۰۱

ضیائے ملت

شمارہ: 01، جنوری 2022ء

شہید اسلام، مدافع ولایت، مجاہد عظیم

علامہ سید ضیاء الدین رضوی ؒ

شہید تنویر حسین

شہید حسین اکبر

شہید عباس علی

شہید رضوی اکیڈمی گلگت بلتستان

اس ملک عزیز کا قیام اور بالخصوص گلگت و بلتستان کی
آزادی محض روٹی کے ٹکڑوں، سڑکوں اور دیگر ترقیاتی
اسکیموں کی خاطر نہیں بلکہ نظریہ اسلام کی حکمرانی کیلئے
اور اس پاکیزہ نظرئے کے زیر سایہ اپنی اسلامی زندگی
گزارنے کیلئے اس ملک کا قیام عمل میں لایا گیا اور
گلگت و بلتستان کو آزاد کرایا گیا ہے۔

(شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کے خطاب سے اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چیف ایڈیٹر
اجمل حسین قاسمی

ایڈیٹر
صادق حسین مناوری

معاون
عاشق حسین محمدی

مصحح
ساجد خان

ٹائپ
صاحب مقالہ

گرافکس و ڈیزائننگ
محمد باقر نعیم

گروہ تحریر
شرافت علی ولایتی
ایس ایم شاہ
امداد علی گھلو
علی سردار
عین الحیات
عرفان کاظمی
شیر عباس

ادارے

کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے
کو مضامین میں اصلاح و ترمیم کا حق حاصل ہے
مجلّہ کے تمام مندرجات کو بغیر حوالہ نقل کرنا شرعاً و قانوناً جائز نہیں ہے

جملہ حقوق بحق شہید رضوی اکیڈمی گلگت بلتستان محفوظ ہیں

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	اداریہ		
۲	شہید ضیاء الدین، زندہ جاوید شخصیت	ایس ایم شاہ	۱
۳	بحر بیکراں سے نکلے دو موتی	تصدق حسین ہاشمی	۷
۴	اصولوں کی پاسداری	امداد علی گھلو	۱۵
۵	لکھاری موضوع کے حصار میں	علی سردار سراج	۱۸
۶	شہید ضیاء الدین رضوی اک فکر	اجمل حسین قاسمی	۲۱
۷	شہید علامہ سید ضیا الدین کی مختصر سوانح حیات اور خدمات	عین الحیات	۲۴
۸	انٹرویو حجت الاسلام سید حسین رضوی		۴۳
۹	ضیائے ملت	شیخ مرزا علی	۵۱
۱۰	خدائی رنگ	علی سردار سراج	۵۳
۱۱	دلوں کا حکمران شہید آقا سید ضیاء الدین رضوی	اجمل حسین قاسمی	۵۶

اداریہ

کائنات میں کچھ ایسی شخصیات کا ہونا بھی سنت الٰہی میں شامل ہے جو اپنے لئے نہیں جیتی ہیں بلکہ ان کا جینا' جینے کا انداز اور متاع حیات' ہادیان برحق انبیا و مرسلین وائمہ ہدی علیہم السلام کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے انسانی معاشرہ کی اصلاح' راہ گم گشتہ لوگوں کو راستہ دکھانے، نفرتوں اور تعصّبات کی بھینٹ چڑھے بنی نوع انسان کو بندگی کی قدر و قیمت سے آگاہ کرنے اور اہل ایمان گروہوں کو پیغام امن و سلامتی پہنچانے میں گزر جاتی ہے۔

ایسی شخصیات میں سے ایک سید ضیاء الدین رضوی شہید بھی تھے جنہیں انسان دوستی کا درس سلسلہ رضویہ سے حسبا و نسبا ملا تھا اپنے علاقہ میں عادل بُبا کے نام سے جانے جانی والی محترم ہستی سید میر فاضل شاہ رضوی کا پدری سایہ ملنے کے نتیجہ میں فرائض علم و تقوی کی ادائیگی میں مزید پختگی آئی حصول علم کے آغاز میں ہی انسانی اقدار کے تحفظ کے وہ نقوش چھوڑے جن کی تعلیمات کیلئے آپ کے پاکیزہ اجداد کو رب العزت نے ہادی کے طور پر چنا تھا پھر دینی تعلیم سے اپنی پوشیدہ شخصیت کو نکھارنے کی غرض سے جامعۃ المنتظر لاہور میں زانوئے ادب تہہ کیا اور اعلی تعلیم کے حصول کیلئے حوزہ علمیہ قم عازم ہوئے جہاں علوم آل محمد علیہم السلام کے بحر بیکراں سے حسب استطاعت اپنے آپ کو مزین کیا۔ بیرون ملک تدریسی سلسلہ میں مشغول تھے کہ آبائی وطن میں جہل کے اندھیرے چھانے لگے چونکہ آپ کا تعلق ایسے گھرانے سے تھا جو جہالت سے ازل سے برسرپیکار رہا ہے' چونکہ شہید اپنی ذمہ داریوں سے بطریق احسن آشنا تھے لہذا انہوں نے بیرون ملک کی آسائش والی زندگی پر وطن واپسی اور اصلاح امت کے گراں بہا فریضے کی ادائیگی کو ترجیح دیتے ہوئے وطن واپسی کی راہ لی۔

وطن پہنچنے کے بعد اتحاد بین المسلمین کیلئے گراں قدر خدمات انجام دینے کے ساتھ تعلیمات اسلام کی روشنی میں انسانی معاشرہ کی اصلاح کو اپنا شعار بنالیا اور اصلاحی پہلو کے دائرے کو وسعت دیتے ہوئے سماجی ' سیاسی ' دینی و اقتصادی میدانوں میں بھی رب کائنات کی عنایات سے کامیابیاں حاصل کیں جو حق کے متلاشی اور تشنہ حق لوگوں کو جہاں حوصلہ دیتا تھا وہیں پر حق گریز طبقات کیلئے ناقابل برداشت بھی تھا۔

گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت کے تعین اور الحاق پاکستان کے مثبت جواب کیلئے ٹھوس موقف 'اور حکومتی سرپرستی میں تفریق کی پالیسی ' حکومتی حلقوں کی جانب سے آئین سے متصادم اقدامات پر تحفظات رکھنا حب الوطنی کی نمایاں نشانی ہوا کرتی ہے جس کا برملا اظہار اپنے خطبات اور تقاریر میں کرتے تھے ۔ جب عالمی دہشتگردوں کے سرغنہ امریکہ کی جانب سے خطہ پر بری نظر کا احساس ہوا تب راقم کو یاد ہے کہ سخت الفاظ میں برہمی کا اظہار کیا تھا جس کے بعد 8 جنوری 2005 کو صدائے حق ونوائے مظلومین کو ہمیشہ کیلئے مقامی سہولت کاروں کے ذریعہ گھات لگاکر خاموش کرنے میں کامیاب ہوگئے لیکن یاد رہے کہ وعدہ الہی کی روشنی میں استعماری سازش کی کامیابی وقتی ثابت ہوگی۔

ایسی شخصیات جو قوم وملت کیلئے جیتی ہیں جن کا جینا مرنا بھی بلند اہداف کے حصول کیلئے ہوتا ہے کے افکار ' نظریات وخدمات کو باقی رکھنا ایک قومی ومکتبی فریضہ ہے زیر نظر مجلّہ ''ضیائے ملت'' کی اشاعت کے ذریعے شہید رضوی اکیڈمی کی بھرپور کوشش ہے کہ شہید کی گراں قدر خدمات 'مجاہدت اور افکار کو نسل نو تک منتقل کیا جاسکے اور ملت کی خدمت کے انمٹ نقوش کو اجاگر کیا جاسکے تاکہ بابصیرت قوم ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے قومی سفر کو ارتقاء کی سمت گامزن کیا جاسکے۔

بارگاہ احدیت میں دعاگو ہیں کہ پروردگار ہمیں دین کی فہم وفراست سے مزین فرمائے اور شہید کا اپنے رب سے گہرے تعلق کو سمجھتے ہوئے افکار ونظریات کے پرچار کرنے اور روح شہید سے حقیقی تعلق جوڑنے کی توفیق عنایت فرمائے اور شہید کی قربانی کو قبول فرماکر شہدائے کربلا کے ساتھ محشور فرمائے۔آمین !

شہید سید ضیاء الدین، زندہ جاوید شخصیت

تحریر: ایس ایم شاہ

ایک دبلا پتلا سا لڑکا جو بہت ہی ذہین و فطین تھا، جس کا اٹھنا بیٹھنا ہمیشہ علم و فضل سے سرشار افراد میں ہوتا تھا، گھرانہ بھی ایسا جہاں صوم و صلواۃ اور ہمیشہ محو عبادت رہنا تو روز کا معمول تھا، یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ جب بچپن ہی میں ایسے قبلہ نما اور نفوس قدسیہ کی ایسی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا نصیب ہو، جن کی علمی قندیلوں سے قندیلیں ہر وقت روشن و منور رہتی ہوں اور ان کے چشمہ صافی سے آب زلال پی کر لوگ جوق در جوق سیراب ہوتے ہوں تو اس ماحول میں آنکھیں کھولنے والا بچہ کتنا خوش نصیب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ "ابن العالم نصف العالم" زبان زد خاص و عام ہے۔ جب چاند سا یہ بچہ بسم اللہ کی عمر کو پہنچا، تب گھر ہی مکتب تھا، اپنے تمام ہم سن افراد میں ان کی ممتاز حیثیت کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی، پیشین گوئیاں کرنے والے سمجھ گئے تھے کہ یہ بچہ مستقبل قریب میں جا کر اپنی شخصیت کا لوہا منوانے والا ہے، جس کے دوست و دشمن سبھی مداح ہوں گے۔ سکول کے دورانیئے میں بھی ہمیشہ پہلی پوزیشن ان کی تقدیر کا حصہ تھا، باپ بھی اندر سے ان

> آپ کی مستقل مزاجی، حق گوئی اور دلیری اس وقت بھی سب پر عیاں تھی، یہی وجہ ہے کہ سید صفدر حسین نجفی نے آپ کے حوالے سے کہا کہ میں اپنی کارکردگی پر مطمئن ہوں، کیونکہ میں ضیاء الرین جیسوں کی تربیت کر رہا ہوں۔

کے مستقبل کے حوالے سے ہمیشہ نہال رہتے تھے، جس باپ نے پورے معاشرے کے سدھارنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہو، ان کے لئے اپنے لخت جگر کی بہترین تربیت کرنا کوئی نئی بات نہ تھی۔

میٹرک اعلیٰ نمبروں سے پاس کرنے کے بعد علوم آل محمد سے کماحقہ آراستہ پیراستہ ہونے کے لئے لاہور کا رخ کیا۔ جامعۃ المنتظر جیسی علمی درس گاہ میں علامہ صفدر حسین نجفی جیسی عظیم شخصیت سے علمی فیوض پانے کا شرف پایا۔ اس مدت میں بھی آپ ایک نمایاں حیثیت کے حامل رہے، آپ کی مستقل مزاجی، حق گوئی اور دلیری اس وقت بھی سب پر عیاں تھی، یہی وجہ ہے کہ سید صفدر حسین نجفی نے آپ کے حوالے سے کہا کہ میں اپنی کارکردگی پر مطمئن ہوں، کیونکہ میں ضیاء الدین جیسوں کی تربیت کر رہا ہوں۔ دس سال نمایاں حیثیت کے ساتھ وہاں گزارے، پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے عُش آل محمد سرزمین قم المقدسہ کے راہی ہوئے۔ یہاں بڑے بڑے مراجع عظام، عارف باللہ اور ایمان و ایقان کی منزل پر فائز علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے اس گولڈن موقع سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے جہاں علوم آل محمد کے حصول میں دن رات ایک کر دی، وہاں صفائے باطن اور تزکیہ نفس کی طرف بھی خصوصی توجہ دی، در نتیجہ مدت قلیل میں ہی آپ نے بیش بہا علوم حاصل کر لئے۔ صفائے باطن کے حامل ٹھہرنے، علوم قدیمہ اور جدیدہ پر مسلط ہونے، فارسی، اردو اور انگلش زبانوں پر آپ کی گرفت مضبوط ہونے اور اپنے اساتذہ کا معتمد ٹھہرنے پر تبلیغ کی ذمہ داری سونپ کر آپ کو لندن بھیجا گیا۔

سرزمین فرنگ پہ آپ محو تبلیغ تھے، اتنے میں سرزمین بے آئین شمالی علاقہ جات میں قتل و غارت کا بازار گرم ہوا۔ اس وقت کے ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق کے زیر سایہ 1988ء میں وہاں طالبان نے چڑھائی کر دی، عصمتیں لوٹی گئیں، خون کی ندیاں بہائی گئیں، شیعیان علی کا خون حلال تصور کیا جانے لگا، آپ کو جلال آیا، اپنی شرعی ذمہ داری کا صمیم قلب سے احساس

کیا، جلوۂ فرنگ کو خیر باد کہہ کر گلگت کارخ کیا، ہر طرف ابتری دکھائی دے رہی تھی، جنازوں پر جنازے آرہے تھے، تمام لوگوں میں مایوسی کا دور دورہ تھا، لوگ شدت سے ایک مسیحا کے منتظر تھے، جو انہیں اس کرب سے نجات دلا سکے۔ آپ نے تمام حالات پر طائرانہ نظر دوڑائی، تمام مکاتب فکر کے علماء سے ملے اور اس مشکل کو حل کرنے کے حوالے سے اپنی حجت سب پر تمام کر دی، لیکن بدقسمتی سے طاقت کا توازن برقرار نہ ہونے کی بنا پر آپ کی باتوں کی کوئی شنوائی نہ ہو سکی، تب آپ نے اہل تشیع کی ناامیدیوں کو امید میں تبدیل کرنے کے لئے جو تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے، وہ رہتی دنیا تک گلگت بلتستان کی تاریخ کے اوراق پر سنہرے حروف میں محفوظ رہیں گے۔

آپ کی بہترین حکمت عملی نے دشمن کو صلح پر مجبور کر دیا، اب ماحول بالکل بدل گیا، کچھ اپنوں کی ناقدری نے آپ کو دوبارہ ایران واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا، لیکن یہاں کے مخلصین نے جونہی آپ کے فقدان کا احساس کیا، تب فوراً آپ کو دوبارہ واپس بلا لیا گیا، اب سید ضیاء الدین نے اپنی ضیاء پاشیوں کا سلسلہ شروع کیا، لوگ جوق در جوق ان کے گرد حلقہ بنانے لگے، مایوسی کے سرطان میں مبتلا معاشرے میں اب امید کی کرنیں ضوفشانی کرنے لگیں، امن وامان کا دور دورہ دکھائی دینے لگا، نئ نسل کے لئے کیریئر گائیڈینس فراہم ہونے لگے،

> مایوسی کے سرطان میں مبتلا معاشرے میں اب امید کی کرنیں ضوفشانی کرنے لگیں، امن و امان کا دور دورہ دکھائی دینے لگا، نئی نسل کے لئے کیریئر گائیڈینس فراہم ہونے لگے، سکولوں کا جال بچھایا گیا، غرض معاشرے کا ہر فرد ترقی کی راہ پر گامزن ہوا، مسجد و محراب کی طرف مڑ کے نہ دیکھنے والے پانچ وقت کے نمازی بن گئے

سکولوں کا جال بچھایا گیا، غرض معاشرے کا ہر فرد ترقی کی راہ پر گامزن ہوا، مسجد و محراب کی طرف مڑ کے نہ دیکھنے والے پانچ وقت کے نمازی بن گئے، اتحاد و اتفاق کی فضا حاکم ہوتی گئی۔ مختصر وقت میں آپ نے ہر میدان میں ترقی کے وہ جوہر دکھائے، جس سے دوست و دشمن سب آپ کے مداح بن گئے۔ آپ نے باقاعدہ انہیں ایک نئی جہت دکھائی۔

عرصہ دراز سے شدت پسند مذہبی حلقوں نے نصاب سازی کے اداروں تک نفوذ کے ذریعے تعلیمی نصاب میں بچوں کو دین، اسلامی معارف، معاشرتی آداب اور جدید علوم کو جگہ دینے کی بجائے ان میں مسلکی رنگ بھر دیا تھا، آپ نے اسے دشمنوں کی بہت ہی خطرناک سازش قرار دیا، کیونکہ نئی

نسل ہر قوم کی امید اور مستقبل ہوا کرتی ہے، جب سکول اور کالج میں ان کا ذہن خراب ہوتا رہے تو صرف محراب و ممبر سے کب ان کی اصلاح ممکن ہو گی۔ آپ نے مہذبانہ انداز سے حکومتی بااثر شخصیات تک اپنے تحفظات پہنچا دیئے، لیکن ان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ آپ نے تین آپشن سامنے رکھے، یا تو تعلیمی نصاب میں تمام مکاتب فکر کے مشترکات کو باقی رکھا جائے یا ہر مکتب فکر کو ان کا اپنا مکتب الگ پڑھایا جائے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہوا تو جہاں کسی خاص مکتب فکر کی باتیں آئیں، وہاں دوسرے مکاتب کے نظریئے اور دلیل کو بھی بیان کیا جائے، تاکہ نصاب تعلیم میں تمام اسلامی مکاتب فکر کی ترجمانی ہو اور یہ صرف ایک فرقے کی میراث

آپ نے تین آپشن سامنے رکھے، یا تو تعلیمی نصاب میں تمام مکاتب فکر کے مشترکات کو باقی رکھا جائے یا ہر مکتب فکر کو ان کا اپنا مکتب الگ پڑھایا جائے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہوا تو جہاں کسی خاص مکتب فکر کی باتیں آئیں، وہاں دوسرے مکاتب کے نظریئے اور دلیل کو بھی بیان کیا جائے

بن کر نہ رہ جائے۔ اپنے مطالبات کی منظوری کے لئے پر امن احتجاجات کئے گئے، آپ کو اس جرم میں جیل بھی بھیجا گیا، لیکن آپ کے عزم میں تنزلزل آتا دکھائی نہ دیا، پھر آپ نے کفن پوش مظاہرے کی کال دی، اس میں بھی آپ صف اول میں رہے۔

حکومتی کارندے صرف لیت و لعل سے کام لیتے رہے، آپ ان کے سامنے اپنے مدعا کے لئے منطقی دلائل پیش کرتے رہے، جن کے جواب دینے سے وہ قاصر رہے۔ آپ کے خلوص کے باعث عوام میں اس مہم کو کافی پذیرائی ملی۔ اب دشمن جان گئے کہ ہم ان کے منطقی دلائل کی نفی میں کوئی دلیل نہیں رکھتے، کیونکہ ان کی باتیں سو فیصد حقیقت پر مبنی ہیں۔ لہٰذا انھوں نے آپ کو میدان سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن آپ ہر مرتبہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ آخر کار جب دشمن آپ کو اپنے ہدف سے ہٹانے سے عاجز آگئے تو آپ کے وجود کو ہی حذف کرنے کی سازش رچائی گئی۔ جنوری 2005ء کا مہینہ تھا، آپ حسب دستور ظہرین کی نماز پڑھانے مسجد کی طرف جا رہے تھے، گھات میں بیٹھے دہشتگردوں نے آپ کو نشانہ بنایا، آپ کی سکیورٹی پر مامور ذاتی گارڈز نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ آخر کار سکیورٹی کے دو اراکین موقع پر ہی جام شہادت نوش کرگئے۔ آپ اور ایک سکیورٹی گارڈ کو شدید زخمی حالت میں راولپنڈی سی ایم ایچ ہسپتال لایا گیا، لیکن آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش کرگئے۔ جب آپ کی شہادت کی خبر ملی تو گلگت بلتستان میں اس قدر آہ و فغاں کا عالم تھا کہ گویا ہر کوئی اپنے حقیقی باپ سے جدا ہوگیا ہو۔ آپ کو ہیلی کے ذریعے گلگت لایا گیا، جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔

آپ کے فراق سے لوگوں پر جنونی کیفیت طاری ہو گئی، ظالم حکمرانوں کے خلاف احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا، اس جرم میں بہت سارے جوان پکڑے گئے، ان میں سے ایک شہید نوید حسین بھی تھے، ان پر جعلی دفعات لگائی گئیں، انہیں زندان میں بیڑیاں پہنائی گئیں، بہت سی سختیاں کی گئیں، لیکن ان کا جرم صرف مظلوم کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کرنا تھا، وہ زندان میں سڑ رہے تھے، در ایں اثناء گلگت میں ایک جج کو قتل کیا گیا، بے عدل عدلیہ نے اس کا مجرم بھی شہید نوید کو ٹھہرایا۔ کیا دنیا میں کہیں ایسا ہوا ہے کہ کوئی ملزم جیل سے نکل کر جائے اور جج کو قتل کرکے پھر جیل میں پناہ لے؟! یہ منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ حال ہی میں سید موصوف کی برسی کے ایام میں ہی نوید حسین کو بھی اڈیالہ جیل میں پھانسی لگا کر شہید کیا گیا، اس نے اپنے آخری وقت میں بھی حقیقت بیانی سے گریز نہیں کیا، بلکہ برملا کہا کہ جس جرم میں مجھے پھانسی دی جا رہی ہے، اس کا مجھ سے دور کا بھی واسطہ نہیں، جس صدر اور وزیراعظم کے انتخاب میں میری رائے نہیں چلتی، وہ میری پھانسی کا حکم کیسے دے رہا ہے۔

> اگرچہ آج شہید سید ضیاء الدین ہم میں نہیں، لیکن پھر بھی شہید لوگوں کے دلوں پہ حکمرانی کر رہا ہے اور کرتا رہے گا

اس نے آخری لمحات میں تختہ دار پر چڑھتے وقت شہید کو اپنا آخری سلام پیش کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ شہید مظلوم سید ضیاء الدین کے درجات بلند فرمائے، جس نے ہمیں باطل قوانین کے سامنے سر اٹھا کر جینے کا ہنر سکھایا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آج شہید سید ضیاء الدین ہم میں نہیں، لیکن پھر بھی شہید زندہ جاوید ہے، لوگوں کے دلوں پہ حکمرانی کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

بحر بیکراں سے نکلے دو موتی

تحریر: تصدق حسین ہاشمی

مقدمہ

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فرقة منهم طائفة لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔١

کسی بھی معاشرے میں دو مختلف افکار اور نظریات کے حامل افراد یا گروہ پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک گروہ اپنے ذاتی مفادات کو معاشرے کی فلاح اور ترقی کے لئے قربان کر دیتا ہے اور دن رات کی کوششوں سے معاشرے کی اصلاح کرتا ہے، دشمن کی سازشوں اور ناپاک عزائم کو ناکام بناتے ہوئے معاشرہ کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ اپنے ذاتی مفادات کے حصول کے لئے معاشرہ اور اجتماعی مفادات کو قربان کر دیتا ہے۔ جس سے افراد تو ترقی کر جاتے ہیں لیکن اجتماعی طور پر معاشرہ تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ گلگت بلتستان کے معاشرے میں بھی ایسے ہی دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ معاشرہ کی ترقی کے لئے جہاں دوسرے طبقات کے دلسوز افراد کوشاں ہیں وہاں علماء کا کردار سب سے نمایاں اور واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مفاد پرست شخص علماء سے کبھی بھی خوش نظر نہیں آتا لیکن اس کے باوجود علماء اپنے فرائض کی انجام دہی میں نہ کسی سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ

> بے لوث خدمات انجام دینے والے علماء میں سے دو چمکتے ستارے علامہ شیخ غلام محمد الغروی اور شہید علامہ سید ضیاء الدین رضوی ہیں جنہوں نے مسائل کے حل میں اپنی جان کی بازی لگائی

ہی کسی سے ان کو خوف ہے۔ بلکہ اگر ان کو کسی سے خوف ہے تو وہ صرف خداوند عالم کی ذات ہے۔ قرآن کی صریح آیت ہے۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ ۲.

یعنی اگر بندگان خدا میں سے کسی کو خدا کا خوف ہے تو وہ صرف علماء ہیں۔ یعنی علما صرف اور صرف خدا سے ہی ڈرتے ہیں یہاں مفسرین اس کلام الہی کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں! جب کوئی عالم معرفت کے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں سے سارے پردے ہٹ جاتے ہیں اور حقایق کے چہرے نمایاں ہو جاتے ہیں۔۳ جب کسی کے لیے حقیقت واضح ہو جائے تو اس کو عقلی طور پر خدا سے ہی ڈرنا چاہیے نہ کسی اور سے. امام صادق علیہ السلام عالم کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ : یعنی بالعلماء من صدّق قوله فعله، و من لم یصدق قوله فعله فلیس بعالم ۴۔ عالم وہ ہوتا ہے کہ جس کا قول اس کے فعل کی تصدیق کرے۔ اگر اس کا قول اس کے فعل کی تصدیق نہ کرے تو عالم نہیں ہے۔

اس مختصر تحریر میں دو ایسے ہی شخصیات کے کچھ مشترکہ اوصاف کا ذکر کیا جائے گا جنہوں نے اپنی زندگی تبلیغ اور معاشرے کی اصلاح کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔

گلگت بلتستان میں علماء کا کردار

گلگت بلتستان کی ترقی اور معاشرہ کی اصلاح میں علماء کے کردار کی سنت قدیم علماء سے چلی آرہی ہے کہ جب کشمیر کے راستہ سے ایران کے علماء تبلیغ کے سلسلہ میں تشریف لائے اور اس علاقہ کو محبین اہل بیت علیہم السلام کا قلعہ بنا دیا۔ یہاں سے علماء کے کردار کا آغاز ہوتا ہے اور مقامی افراد بھی اپنے بچوں کو علمی مراکز کے حوالے کرکے معاشرہ کی خدمت اور اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف کرنا شروع کردیتے ہیں۔۵ کچھ عرصے میں شمالی علاقہ کے علماء کا پورے پاکستان میں چرچا ہوتا ہے کیونکہ یہاں کے علماء صرف اسی علاقہ کی حدتک محدود نہیں رہتے بلکہ پاکستان کے مختلف اور دور دراز علاقوں میں اپنی خدمات انجام دینا شروع

کرتے ہیں اور ان کی بے لوث خدمات، صداقت اور دیانتداری کے باعث پورے پاکستان میں شمالی علاقہ جات کا نام روشن ہو جاتا ہے۔ انہی بے لوث خدمات انجام دینے والے علماء میں سے دو چمکتے ستارے علامہ شیخ غلام محمد الغروی اور شہید علامہ سید ضیاء الدین رضوی ہیں جنہوں نے گلگت بلتستان میں نہ فقط تبلیغ کے فرائض انجام دیئے بلکہ وہاں کی عوام کے حقوق کے حصول سمیت دیگر مسائل کے حل میں اپنی جان کی بازی لگائی۔

> علامہ الغروی اور شہیر رضوی دونوں درویش صفت رہنما تھے۔زہد و تقوی، خلوص، خدمت خلق کا جذبہ اور بلند حوصلہ کے مالک تھے۔اتحاد بین المسلمین کے لئے دونوں کے کردار مثالی ہیں

گلگت بلتستان آمد

گیارہ سال باب مدینۃ العلم کے در پر علم و حکمت سے مزین ہو کرجب شیخ غلام محمد الغروی بلتستان پہنچے تو ان کی خدا داد صلاحیتوں کا چرچا ہوا اور اپنے آبائی گاؤں سے ان کو سکردو شہر لایا گیا جہاں سے انہوں نے تبلیغ کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مختلف جہات سے خدمات انجام دیتے رہے ۶۔ اور مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ کی قیادت کے دوران پورے شمالی علاقہ جات کی قیادت ان کے سپرد کیا۔ شہید علامہ سید ضیاء الدین رضوی بھی مرکز علم و فقاہت قم المقدس میں علم کی تشنگی بجھا کر تبلیغ کے سلسلہ میں گلگت تشریف لائے۔ جب دوبارہ قم المقدس کا ارادہ کیا تو مؤمنین نے ان سے التماس کرتے ہوئے جانے سے روکا اور ان کے معنویت سے بھری تقاریر اور دعاؤں سے معنوی کیف حاصل کرتے رہے۔۷

دشمن عناصر کا عذاب

تقریبا نصف صدی تک علامہ شیخ غلام محمد سماج دشمن عناصر کے آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھتے رہے اور آخر کار ملت کو انہی دشمن عناصر سے درپیش مسائل کو حل کرنے میں دن رات کوششوں کے باعث زیادہ ذہنی فشار کے باعث بستر بیمار پر پڑ جاتے ہیں اور کافی علاج و معالجہ کے باوجود داغ فراعنت چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے بعد شہید سید ضیاء الدین رضوی دشمن عناصر کے لئے عذاب اور ملت تشیع سمیت تمام امن پسند افراد کے لئے رحمت کے طور پر میدان عمل میں اترتے ہیں۔ لیکن دشمنوں نے ان کے مشن کو روکنے اور اپنے مفادات کے حصول کے لئے ان کو ان کے ساتھیوں سمیت شہید کر ڈالا۔

شجاعت و بہادری اور حکمرانوں سے ٹکر

علامہ الغروی اور شہید رضوی دونوں اگرچہ جسمانی لحاظ سے کمزور اور قد میں چھوٹے تھے لیکن ان کی جرات اور شجاعت کوہ ہمالیہ و قراقرم سے بھی بلند اور مضبوط تھی۔ دونوں ہستیاں کبھی بھی کسی ظالم حکمرانوں کے دھوکہ میں نہیں آئے۔ بیوروکریسی کے سامنے کبھی نہیں جھکے بلکہ ان کے سامنے جرات کے ساتھ کھڑے ہوتے اور ان کو اپنی بات ماننے پر مجبور کرتے تھے۔ علامہ الغروی نے ضیاء الحق جیسے فسادی، متعصب اور ظالم جبزل کے دور میں قوم وملت کی قیادت کی اور ان کے سامنے بھی حق کی بات کرنے سے نہیں کتراتے تھے۔ ان کے مظالم کے خلاف ان کے سامنے احتجاج کرتے۔ ان کے فسادی سازشوں کو ان کے سامنے تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔ بڑے بڑے افسران اور شخصیات ان کی جرات و بہادری پر حیران رہ جاتیں تھیں کہ جسمانی لحاظ سے اتنے نحیف اور کمزور لیکن ضیاء الحق جیسے ظالم ڈکیٹر کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس بڑی بڑی شخصیات ضیاء الحق کے سامنے جھک جاتے اور ان کے سامنے بولنے کی ہمت نہ کرتی تھیں۔ شہید رضوی نے بھی ایک ڈکیٹر مشرف کی حکومت کا مقابلہ کیا جہاں بعض افراد ان کی جماعت اور حکومت میں شامل ہونے کی

کوششیں کر رہے تھے وہاں آپ ان کی سازشوں کو بے نقاب کرنے اور نصاب میں تبدیلی کے ذریعہ نئی نسل کو اپنے عقائد سے بے بہرہ کرنے کی کوشش کو پورے پاکستان میں تنقید کانشانہ بنایا۔

لیکن پاکستان کے دوسرے علاقوں کے علماء اور شخصیات کی خاطرخواہ حمایت حاصل نہ ہونے کے سبب دشمن کو یہ موقع ملا اور وہ یہ جانتا تھا کہ شہید نہ بکنے والے ہیں نہ ڈرنے والے، ان کا عزم و حوصلہ بہت بلند و قوی ہے۔ دشمن نے یہ سوچا کہ ان کو شہید کرکے ہی اس مشن کو ناکام بنایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ان کو ان کے ساتھیوں سمیت شہید کرڈالا۔ لیکن ان کا مشن جاری ہے شہید کے خون نے ملت کو نئی جان عطا کی ہے اور دشمن کے کسی بھی سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے آج ہر طبقہ فکر کے افراد تیار ہیں۔

اتحاد بین المسلمین

علامہ الغروی اور شہید رضوی دونوں درویش صفت رہنما تھے۔ زہد و تقوی، خلوص، خدمت خلق کا جذبہ اور بلند حوصلہ کے مالک تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے لئے دونوں کے کردار مثالی ہیں۔ گلگت جیسے حساس علاقہ میں شہید رضوی کی مدبرانہ قیادت نے شیعہ سنی بھائی بھائی کے نعرے کو بلند ہونے پر مجبور کیا ۹۔ ضیاء الحق کے دور میں جب انہوں نے گلگت بلتستان کا دورہ کیا تو علامہ الغروی کے پاس افراد بھیجے اور مطالبات پیش کرنے کا کہا گیا تو کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا

> علامہ شیخ غلام محمد اور شہید سید ضیاء الدین دونوں کا مرکزیت کے حوالے سے ایک ہی نظریہ تھا۔ علامہ شیخ غلام محمد کا تاریخی فرمان ہے کہ : مرکزیت قوم کی اہم ضرورت ہے۔ اسی طرح شہید سید ضیاء الدین فرماتے ہیں : مرکز سے جدا ہو کر کوئی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا

صرف ایک مطالبہ کیا کہ اہل سنت برادران کے لئے مسجد کی جگہ نہیں ہے لہٰذا سرکاری خرچہ پر چلنے والے سینما حال کو ختم کرکے وہ جگہ اہل سنت کو دی جائے اور اطراف میں دکانیں بنانے کے اخراجات بھی دیئے جائیں تاکہ انہی دکانوں کی آمدنی سے مسجد کے اخراجات پورے کیے جاسکیں۔ اس مطالبہ کو قبول کیا گیا۱۰اور آج بھی اہل سنت اس مسجد میں عبادت کرتے ہیں۔ تمام مکاتب فکر کے علماء و عوام انکی قیادت اور قائدانہ صلاحیت کے معتقد و معترف تھے اور آج بھی ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

تحریک جعفریہ پاکستان میں کردار

علامہ شیخ غلام محمد ؛ سید محمد دہلوی کی قیادت میں بننے والی تحریک کے حامی اور اس تحریک کے ذریعہ کئے گئے اصلاحات پر بھی اعتقاد رکھتے تھے۔جب پہلی بار قائد محبوب مفتی جعفر حسین نے شمالی علاقہ جات کا دورہ کیا تو وہاں تنظیم سازی عمل میں آئی اور شمالی علاقہ جات کی قیادت کی ذمہ داری علامہ شیخ غلام محمد کے کاندھے پر ڈال دی جسے آپ نے ملت کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر قبول کیا آخر دم تک مرکزی قیادت سے منسلک رہے۔ اور کوئی بھی قدم علاقہ کے زمینی حقائق کو مد نظر رکھ کر اٹھاتے رہے۔ شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینی کی قیادت میں بھی آپ ان کے لئے ایک انتہائی مخلص مددگار ثابت ہوئے۔ شہید قائد کی شہادت کے بعد جب ملت تشیع پاکستان کا یہ کاروان موجودہ قائد علامہ سید ساجد علی نقوی کی قیادت میں رواں دواں تھا اسی دوران جب شمالی علاقہ جات میں الیکشن کے ایام میں اس دور کے وزیر امور کشمیر و شمالی علاقہ جات نے ایک حلقہ کو تبدیل کرکے مذہبی منافرت پھیلانے کی ناپاک کوشش کی تو علامہ شیخ غلام محمد نے الیکشن کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا جس کا عوام کی طرف سے انتہائی مثبت انداز میں جواب آیا اور کل چھ سو سیٹوں میں سے چار سو سیٹوں پر الیکشن نہیں ہوئے جو علامہ شیخ غلام محمد کی عوام میں محبوبیت اور ان کی قیادت پر اعتماد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی

بائیکاٹ کا نتیجہ تحریک جعفریہ نے اگلے الیکشن میں واضح اکثریت میں جیت کر حاصل کیا لیکن جس کی بصیرت اور خلوص کی وجہ سے یہ کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ اس کامیابی کو نہ دیکھ پائے کیونکہ اس وقت شمالی علاقہ کی عوام اپنے محبوب اور مخلص قائد سے محروم ہو چکی تھی۱۱.

شہید سید ضیاءالدین رضوی بھی مرکزی قیادت سے انتہائی مخلص تھے۔ شہید قائد کو اپنے لئے الگو قرار دے رکھا تھا۔ ان کی شہادت ملت تشیع کے لئے بہت بڑا نقصان تصور کرتے تھے۔ شہید عارف حسین الحسینی کی المناک شہادت کے بعد شہید ضیاءالدین؛ موجودہ قائد علامہ سید ساجد علی نقوی کے خط کو اپناتے ہوئے ہمیشہ ان کی قیادت سے مخلص رہے۔ قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی پر لگائے گئے الزامات کی بھرپور انداز میں مخالفت کرتے ہوئے ان کی حمایت جاری رکھی اور ان کی حمایت کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جب علامہ سید ساجد نقوی مدظلہ العالی کو پابند سلاسل کیا گیا تو اس واقعہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: قائد محترم کو ہر طریقہ سے مرعوب اور دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شہید کی نظر میں قائد محترم پر لگائے گئے قتل کا الزام صرف ایک ڈرامہ تھا اصل مقصد یہ تھا کہ حکومت دشمن کے ہمنوا بن کر دشمن کے جو مطالبات تھے وہ ان سے منوالیا جائے ۱۲.

علامہ شیخ غلام محمد اور شہید سید ضیاءالدین دونوں کا مرکزیت کے حوالے سے ایک ہی نظریہ تھا۔ علامہ شیخ غلام محمد کا تاریخی فرمان ہے کہ: مرکزیت قوم کی اہم ضرورت ہے۔ اسی طرح شہید سید ضیاءالدین فرماتے ہیں: مرکز سے جدا ہو کر کوئی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۱۳.

ہماری ذمہ داری

آج ان دو عظیم شخصیات کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے۔ کیونکہ ملت تشیع سے تعلق رکھنے کی حیثیت سے اپنے محسنین کو یاد رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ان دو شخصیات کے علاوہ بھی ایسے علماء تاریخ میں ملتے ہیں جنھوں نے قوم و ملت کے لئے اپنی عمریں وقف کردی ہیں ان سب کو یاد رکھنا اور ان کی خدمات کا تذکرہ ہونا چاہیئے۔ جہاں ان گزشتہ قائدین و محسنین کو یاد رکھنا ضروری ہے وہاں آج ان علماء کی قدر کرنا بہت ضروری ہے جو مختلف پلیٹ فارم پر تشیع کا دفاع کر رہے ہیں۔ آپس کے تمام نظریاتی اختلافات سمیت علاقائی و لسانی اختلافات کو کچل کر ایک قوم بن کر ملت کا دفاع کرنے والے افراد کے لئے قوت و طاقت کا باعث بننا ہوگا۔

حوالہ جات

1. سورہ توبہ آیۃ ۱۲۲
2. سورہ فاطر آیۃ ۲۸
3. بلاغ القرآن؛ شیخ محسن علی نجفی
4. اصول کافی
5. 26 .k2. جون 1999 تحریر حسن حسرت
6. علامہ شیخ غلام محمد ایک بے داغ قیادت
7. مقالہ؛ تحریر عین الحیات؛المصباح ہوم نیٹ
8. ایضا
9. ایضا
10. علامہ شیخ غلام محمد ایک بے داغ قیادت http://www.jrbpk.com علماء

غروی. تحریر محمد حسین حیدری)

11. http://www.balti.blogf a.com/pos

عرفانی

12. http://www.almisbah14.com/2013-10-15-15-38-22/23-2013-11-30-18-07-33.html

اصولوں کی پاسداری

تحریر : امداد علی گھلو

شہید علامہ سید ضیاء الدین رضوی اپنی ذات میں اک انجمن اور تحریک تھے، انتہائی دشوار و تکلیف دہ حالات میں بھی قومی پلیٹ فارم تحریک جعفریہ پاکستان سے وابستہ رہتے ہوئے قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے دست و بازو رہے۔ تحریک جعفریہ گلگت و بلتستان کی مسئولیت سے لے کر نصاب تعلیم کی تحریک تک آپ ہمیشہ متحرک اور فعال نظر آئے۔ آپ عالم با عمل، مجاہد اسلام، مدافع ولایت و قیادت اور اتحاد امت کے سچے داعی تھے، آپ کی علمی، ملی و قومی، مذہبی، سیاسی اور سماجی خدمات بہت نمایاں اور قابل قدر ہیں۔

> عوام، شہید رضوی کے حکم پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ نظر آتے تھے، لیکن انھوں نے عوام کو ہمیشہ اتحاد بین المسلمین اور امن و امان کا اصولی درس دیا

آپ نصاب تعلیم کے حوالے سے ہمیشہ شیعہ عقائد کا بھرپور دفاع اور اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے نصاب تعلیم کے جلسوں اور احتجاجات میں فرماتے تھے : تعلیم پر سرمایہ ہمارا خرچ ہو؛ کتابیں ہم خریدیں؛ اسکولز ہمارے ہوں؛ اساتذہ ہمارے ہوں؛ اسٹوڈنٹس

ہمارے اپنے بچے ہوں لیکن نصاب تعلیم ہمارے عقائد کے خلاف ہو، یہ ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں؛ عقائد کے معاملہ میں سودا بازی نہیں ہو سکتی۔ ہمیں شہادت کا سرخ لباس تو زیب تن کرایا جا سکتا ہے مگر اس مطالبہ سے کبھی دستبردار نہیں کرایا جا سکتا۔ واضح رہے کہ شہید رضوی کے اس مطالبہ کا مقصد ہر گز یہ نہیں تھا کہ فقط شیعی تعلیمات کے مطابق ہی نصاب تعلیم ترتیب دیا جائے بلکہ انھوں نے تمام مسالک و مکاتب کے لئے آواز بلند کی لیکن ان کے نقطہ نظر کو صحیح انداز سے نہیں لیا گیا اور سمجھا نہیں گیا؛ اگر شہید رضوی کے اصولی موقف کو مثبت انداز سے لے کر سمجھا جاتا تو آج حالات یکسر مختلف ہوتے۔

قائد ملت جعفریہ پاکستان کی شخصیت کُشی کا سلسلہ جب شروع ہوا تو اس وقت شہید رضوی دیگر امور کے علاوہ جامع مسجد گلگت میں امام جمعہ و جماعت کی خدمات بھی انجام دے رہے تھے، تو تحریک جعفریہ سے انھیں توڑنے کے لئے چال چلی گئی اور فلاں کی جانب سے انھیں کہا گیا کہ اگر آپ علامہ ساجد نقوی کو خیر باد کہیں تو آپ کو فلاں فلاں مراعات دی جائیں گے اور آپ کے لئے جانیں بھی فدا ہونے کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ شہید رضوی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: میں اس مسجد کے امور چھوڑ سکتا ہوں لیکن قائد ملت جعفریہ پاکستان حضرت علامہ سید ساجد علی نقوی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

> جس طرح انھوں نے اپنے مذہبی، شہری، قانونی اور آئینی حقوق کے لئے جانفشانی اور خلوص کے ساتھ جدوجہد کر کے اصولوں کی پاسداری کی، وہ کارکنوں کے لئے مشعل راہ ہے

عوام، شہید رضوی کے حکم پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ نظر آتے تھے، لیکن انھوں نے عوام کو ہمیشہ اتحاد بین المسلمین اور امن و امان کا اصولی درس دیا۔ شہید رضوی کی دور اندیش نگاہوں اور سیاسی بصیرت نے آنے والے وقت کا بخوبی

اندازہ لگا لیا تھا اور قوم کے لئے اتحاد بین المسلمین جیسے زریں رہنما اصول بتا دیئے تھے۔ ایک سچے مسلمان کی یہی نشانی ہے کہ وہ کبھی اصولوں پر سودا بازی نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیشہ اصولوں کی پاسداری کرتا ہے؛ آپ ایک عظیم مذہبی، اجتماعی اور سیاسی مدبر رہنما تھے۔

آج گلگت بلتستان اپنی تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑا ہے، شہید ضیاء الدین رضوی کے نظریات کے تحت ہی اس موڑ کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح انھوں نے اپنے مذہبی، شہری، قانونی اور آئینی حقوق کے لئے جانفشانی اور خلوص کے ساتھ جدوجہد کر کے اصولوں کی پاسداری کی، وہ کارکنوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ جو بھی اپنی زندگی کے سرمایہ حیات میں شہید رضوی جیسی مثال بن کر سامنے آئے گا قوم و ملت اس پر بھی فخر کرے گی۔

ان کی برسی منانے کا دن ہمیں موقع فراہم کرتا ہے کہ گلگت بلتستان کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے، اس وقت ملت جن مسائل میں گھری ہوئی ہے، اس کی ایک بڑی وجہ شہید رضوی کی فرمائشات سے روگردانی بھی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ شہید نے جو سبق سکھایا تھا، اسے فراموش کردیا گیا جس کی وجہ سے گوناگوں مسائل پیدا ہوئے۔ آج ان کے سکھائے گئے سبق کی یاد دہانی اور اس پر عمل کرنے سے ہی ترقی و خوشحالی کا خواب شرمندۂ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت ملت جن مسائل میں گھری ہوئی ہے، اس کی ایک بڑی وجہ شہید رضوی کی فرمائشات سے روگردانی بھی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ شہید نے جو سبق سکھایا تھا، اسے فراموش کردیا گیا

لکھاری، موضوع کے حصار میں

تحریر: علی سردار سراج

جب آپ لکھنا چاہیں تو ضروری ہے کہ موضوع آپ کے حصار اور کنٹرول میں ہو لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ موضوع کے حصار میں ہوتے ہیں اور آپ کا قلم ادھر جاتا ہے جدھر موضوع آپ کو لے کر جاتا ہے ۔ ہاں میں آج اپنے موضوع کے حصار میں ہوں کیونکہ میرے وجود پر انکے اثرات پتھر کے انمٹ نقوش کی طرح اس وقت ثبت ہوئے جب میں اپنے ہوش وحواس کے ابتدائی مراحل میں تھا۔

جب گلگت کچھ خاص حالات سے گزر رہا تھا 88 کے یلغار کے بعد مومنین کے درمیان مایوسی کی کیفیت حاوی ہوتی جارہی تھی کیونکہ جس ریاست اور ریاستی اداروں پر اعتماد کرکے وہاں کے باسی امن اور سکون کی زندگی گزار رہے تھے اسی ریاست کی سربراہی میں اور اسی کے ایماء پر لوگوں کی جان ومال پر حملہ ہوا تھا اور اپنی بقا کی جنگ لڑتے ہوئے کئ نہتے بے گناہ لوگ جام شہادت نوش کر چکے تھے اور آئندہ کی کوئی واضح تصویر لوگوں کے ذہنوں میں نہیں تھی۔

ایسے میں ایک نحیف البدن لیکن قوی اور مضبوط ارادے کے مالک سید نے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرایا آہستہ آہستہ لوگوں کی زبانوں پر سید ضیاء الدین رضوی اعلی اللہ مقامہ کا نام جاری ہوگیا ہاں اکثر بڑی عمر کے افراد اس نام کو صحیح طور پر ادا بھی نہیں کرسکتے تھے لیکن نام ذرا مشکل ہونے کے باوجود کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ جلد ہی وہاں کے لوگوں نے انہیں نام کے بجائے _بوبا- یعنی باپ کہہ کر پکارنے لگے۔

ہاں وہ اس علاقے کے مظلوم لوگوں کے لئے بہت ہی مہربان باپ تھے علاقے کے بڑے بڑے مسائل کا رخ اپنی طرف مبذول کرا کر لوگوں کے سروں پر دست شفقت رکھا تو لوگوں نے بھی انہیں ٹوٹ کر چاہا۔

محبت اور چاہت کی اس فضا نے ہی بہت سارے مسائل کو آسان بنا دیا تھا اس پر اس نحیف البدن شخص کی بصیرت اور ہوشیاری نے مومنین کو حاشیے سے نکال کر متن میں لے آیا اب لوگ اپنے آپ کو سمجھ چکے تھے اپنی شخصیت اور اہمیت کا احساس ہو رہا تھا۔

گلگت بلتستان میں اپنے مسائل میں پریشان رہنے والے لوگوں نے اب اپنے اندر اتنی طاقت کا احساس کیا کہ وہ پورے پاکستان کے مکتب اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کو موجود درپیش مسائل کا روخ اپنی طرف موڑ دیا۔اور علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تفسیر پیش کی

گرماؤ غلاموں کا لہُو سوزِ یقیں سے

کُنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو۔

ہاں یہ اس شخصیت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ہی اثر تھا جو ایمان اور اخلاص کے پیکر تھے انکی ہمت اور حوصلے گلگت بلتستان کے بلند و بالا پہاڑوں سے بلند تر۔ بزدل دشمن نے جب انکی قوی منطق اور نہ جھکنے والی اور نہ بکنے والی شخصیت کے سامنے اپنے آپ کو عاجز اور ناتواں پایا تو ہمیشہ کی طرح منہ چھپا کر پشت سے وار کر کے روح اور جسم کے درمیان جدائی ڈال دی، لیکن انکی شخصیت شہادت کی موت کے ساتھ اللہ تعالی سے روزی پانے والی ان ہستیوں میں شامل ہوگئ جنکو مردہ تصور کرنے سے بھی رب

> ایک نحیف البدن لیکن قوی اور مضبوط ارادے کے مالک سیر نے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرایا آہستہ آہستہ لوگوں کی زبانوں پر سیر ضیاء الدین رضوی اعلی اللہ مقامہ کا نام جاری ہوگیا

الشہدا نے منع کیا ہے۔ ملت اسلامیہ بالخصوص ملت جعفریہ کے لئے انکی خدمات کم نظیر ہیں۔

(نوٹ) یہ تحریر انکی شہادت کے ایام کی مناسبت سے اپنے جذبات کے تسکین کے لئے لکھی گئی ہے شہید بزرگوار کی زندگی کے کسی پہلو کو متعارف کرانے کے لیے نہیں۔

اللہ تعالی علامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی کو انکے آبا و اجداد طاہرین کے ساتھ محشور فرمائے۔

روحش شاد یادش گرامی.

شہید ضیاءالدین رضوی اک فکر

تحریر: اجمل حسین قاسمی

بدلہ نہ تیرے بعد بھی موضوع گفتگو
تو جاچکا ہے پھر بھی میری محفلوں میں ہے

زندہ قوموں کا ہمیشہ سے یہ شعار رہا ہے کہ وہ اپنے محسنین کو کبھی فراموش نہیں کرتے جس کی قربانی کی بدولت وہ دنیا کے نقشے پر، پر وقار زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ زندہ قوموں کا کوئی فرد ایسا کارنامہ سرانجام دے تو اس کی یادیں کبھی دلوں سے محو نہیں ہوتیں بلکہ ان کی شخصیت ہر لمحہ تابندہ و جاودان رہتی ہے۔ شہید سید ضیاءالدین رضوی بھی ان محسنین میں سے ایک ہیں جن کو ملت تشیع پاکستان بالعموم اور ملت تشیع گلگت و بلتستان بلخصوص ہمیشہ یاد رکھے گی، سید ضیاء الدین رضوی اک فرد کا نام نہیں بلکہ اک فکر، اک جذبے، اک حوصلے اور شعور کا نام ہے۔ بقول قائد ملت جعفریہ: شہید ضیاءالدین رضوی اک فرد کا نام نہیں بلکہ اک پاکیزہ تحریک اور مشن کا نام ہے۔

سید ضیاءالدین رضوی اک فرد کا نام نہیں بلکہ اک فکر اک جذبے، اک حوصلے اور شعور کا نام ہے

شہید ضیاءالدین رضوی اک انسان کامل کا نمونہ اور ہمہ جہت شخصیت تھے جن کے زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ چاہے وہ شہید کی زندگی کا

سیاسی پہلو ہو، علمی یا اخلاقی پہلو ہو ، اجتماعی یا فردی پہلو ہو۔ شہید سید ضیاء الدین رضوی نے ۱۹۹۰ میں گلگت کی سرزمین پر اپنے قدم مبارک رکھے ۔ شہید والا مقام نے اپنی بصیرت اور قابلیت سے تھوڑی مدت میں گلگت کے مومنین کو منسجم اور متحد کیا جامع مسجد گلگت میں اپنے شعلہ بیان خطبوں کے ذریعے گلگت کے مومنین کو روحانی طاقت بخشی اور مومنین کے دلوں کو جذبہ شہادت اور ایثار سے سرشار کیا۔

شہید کی مدبرانہ اور با بصیرت قیادت اور پالیسی کا نتیجہ ۱۹۹۴ کے انتخابات میں دیکھا جا سکتا ہے سیاسی میدان میں تحریک جعفریہ پاکستان کے پلیٹ فارم پر پوری شیعہ قوم کو متحد کیا اور گلگت بلتستان کونسل کے پہلے انتخابات میں ۲۴ نشستوں سے ۸ نشستیں جیت کر بھرپور کامیابی حاصل کی۔ اسی طرح ۱۹۹۹ کے قومی اسمبلی گلگت بلتستان کے انتخابات میں بھی شہید کی صدارت میں ٹی ۔جے ۔ پی نے بھرپور کامیابی حاصل کرکے ملت جعفریہ گلگت بلتستان کو سرخرو کیا۔

> *شہیر متنازعہ نصاب تعلیم کے خلاف آواز بلند کرنا اور اس کی اصلاح کو اپنی شرعی ذمہ داری اور متنازعہ نصاب تعلیم کو زندگی اور موت کا مسلہ سمجھتے تھے*

۱۹۹۹ کے بعد ملت تشیع کے خلاف ہر میدان میں ناکامی کے بعد حکومت میں بیٹھے ہوئے اسلام اور پاکستان کے دشمن وہابی افکار نے سوچی سمجھی سازش کے تحت حکومتی نصاب تعلیم میں شیعہ عقائد کے خلاف ایسا مواد شامل کیا گیا جسکو پڑھنے پر شیعہ طالب علموں کو مجبور کیا گیا۔ جیسے ہی شیہد کو اس کے بارے میں علم ہوا شہید نے احساس ذمہ داری کرتے ہوئے ابتدائی نصابی کتابوں سے لے کر عالی درجے کی نصابی کتابوں تک کا دقیق مطالعہ و تحقیق کرنے کے بعد ابتدائی مراحل میں گفت و شنید کے ذریعے پوری شیعہ قوم اور حکومتی ذمہ داروں کو آگاہ

کیا کہ موجودہ نصاب تعلیم متنازعہ ہے جس میں ایک فرقے کی نمائندگی ہوتی ہے اور اس میں شیعہ عقائد کے خلاف مواد شامل ہے۔

شہید متنازعہ نصاب تعلیم کے خلاف آواز بلند کرنا اور اس کی اصلاح کو اپنی شرعی ذمہ داری اور متنازعہ نصاب تعلیم کو زندگی اور موت کا مسلہ سمجھتے تھے ۔ شہید اپنی اکثر تقاریر اور خطبات میں فرمایا کرتے تھے کہ : موجودہ نصاب تعلیم کلاشنکوف کی گولی سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ کلاشنکوف کی گولی صرف خاکی بدن کو نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن متنازعہ نصاب تعلیم شیعہ فکر اور عقیدے کو نقصان پہنچاتا ہے جو جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

ہمارا سلام ہو شہید سید ضیاء الدین کی بصیرت اور دور اندیشی کو، شہید نے شیعیان حیدر کرار کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر کے سیاسی کامیابیاں حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اقتصادی اور تعلیمی حوالے سے بھی بہت ساری خدمات انجام دیں ۔ اقتصادی حوالے سے تعمیر ملت پروگرام کے تحت شھداء کے گھروں کی کفالت ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور غریب طالب علموں کی مدد اور بے روزگار مومنین کی مدد کی۔ علمی میدان میں تحریک جعفریہ پاکستان کے پلیٹ فارم اور قائد ملت جعفریہ کی مدد سے المصطفیٰ پبلک سکول کے نام سے گلگت، نگر ،بارگو ، جلال آباد ، جگوٹ کالونی و۔۔۔ میں سکولز قائم کیے جن میں اب بھی ہزاروں شیعہ بچے علم کے نور سے منور ہو رہے ہیں۔

شہید نے شیعیان حیدر کرار کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر کے سیاسی کامیابیاں حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اقتصادی اور تعلیمی حوالے سے بھی بہت ساری خدمات انجام دیں

مر جائے انسان تو بڑھ جاتی ہے عزت
زندہ ہے تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

شہید علامہ سید ضیاءالدین رضوی کی مختصر سوانح حیات اور خدمات

تحریر: عین الحیات

تاریخ وجائے ولادت

علامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی ایک مذہبی، علمی اور سادات گھرانے میں گلگت شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت حجت الاسلام والمسلمین علامہ سید فاضل شاہ رضوی تھے ۔ انہوں نے ملت تشیع کے لئے عظیم خدمات انجام دیں ۔ آپ نے ایک مجاہد اور عظیم بیٹے یعنی سید ضیاء الدین رضوی کو ملت تشیع کے لئے عظیم سرمایہ و تحفہ کے طور پر چھوڑ دیا۔ ا۔

شہید کا خاندان

شہید سید ضیاء الدین رضوی کے نانا جناب میر احمد شاہ رضوی صاحب تھے کہ جو ۱۸۸۴ میں جناب سید شاہ صفی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ یہ گھرانہ گلگت کے معروف خاندان ،سادات رضوی کے نام سے مشہور تھا۔ جناب میر احمد شاہ رضوی ایک معروف عالم اور خطیب تھے۔ آپ کی مجلس میں شیعہ اور سنی ہر دو فرقے شرکت کرتے تھے۔آپ جو دعا لوگوں کے لئے کرتے تھے ، وہ پوری ہوجاتی تھی۔ شہید رضوی کے والد گرامی حجت الاسلام علامہ سید فاضل شاہ رضوی ایک متقی ، پارسا اور با عمل عالم تھے۔ان کی پوری زندگی پانچ وقت کی نماز کی امامت کرانے ، قرآن اور حدیث کا درس دینے، فقہی مسائل بیان کرنے اور صرف، نحو کے پڑھانے میں صرف ہو گئی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں نماز شب کو کبھی ترک نہیں کیا۔ انتہائی خلوص اور سچائی کے ساتھ

زندگی بسر کی جس کی بناپر لوگوں کے درمیان ان کا بڑا احترام تھا۔۲

شہید کی شخصیت میں والد کا کردار

شہید سید ضیاء الدین رضوی ایک دانشمند اور روحانی باپ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ابتدائی زندگی سے ہی ایک پاک ماحول میں رہے ۔ ایک پاک خانوادے جو علم دوست اور خاندان پیامبر سے دوستی اور محبت رکھنے والا تھا۔

شہید اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے والد کے ساتھ رفت و آمد کرتے تھے۔مذہبی اور تبلیغی مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ شہید کے والد نے شہید کی اس طرح تربیت کی کہ نوجوانی میں شہید مسجد میں نماز مغربین کی امامت کراتے تھے۔ چھوٹے بڑے سب ذوق وشوق کے ساتھ ان کی اقتدا میں نماز جماعت ادا کیا کرتے تھے۔ شہید کے والد ہمیشہ اپنے فرزند کے تربیتی امور خصوصا حلقہ احباب پر نظر رکھتے تھے۔۳

شہید کا بچپن اور نوجوانی کا دور

شہید کا بچپن ان کے ہم عمر بچوں سے مختلف تھا ۔ ان کا اخلاق، رفتار اور گفتار ان کے درخشاں مستقبل کی حکایت کرتا تھا۔ کھیل کود اور وہ کام جو عام بچے انجام دیتے ہیں وہ بہت ہی کم انجام دیا کرتے تھے ۔ وہ زیادہ تر سوچ بچار اور فکر میں لگے رہتے تھے ان کی عقل جو کام کرتی تھی وہ ان کی عمر کے تقاضے سے زیادہ تھا۔۴

> شہید کی اس طرح سے تربیت ہوئی کہ نوجوانی میں شہید مسجد میں نماز مغربین کی امامت کراتے تھے۔ چھوٹے بڑے سب ذوق وشوق کے ساتھ ان کی اقتدا میں نماز جماعت ادا کیا کرتے تھے

ابتدائی اور اعلی تعلیم

شہید نے دوران شیر خوارگی سے ہی معنویت کے سائے میں علم حاصل کیا۔اپنے عالم با عمل

والد اور پاکدامن ماں کی گود میں ہی لباس علم سے آراستہ ہوئے۔ شہید نے اپنے بچپن اور نوجوانی میں ابتدائی تعلیم کو اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کیا۔ شہید نے ہائی سکول نمبر ا گلگت سے میٹرک پاس کیا۔ ہر سال کلاس میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۷۴ میں اچھے نمبروں کے ساتھ میٹرک سائنس کے ساتھ پاس کیا۔ پورے سکول میں پہلی پوزیشن لی۔ وہ معارف اہل بیت کے ساتھ عشق رکھتے تھے ۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد علوم دینی کے حصول کی خاطر ۱۹۷۴ میں لاہور شہر کی طرف روانہ ہوئے ۔ جامعہ المنتظر(عج (لاہور میں حصول علوم آل محمد میں مصروف ہوگئے۔ ۵

حوزوی دروس کی ابتداء

شہید نے اپنے ابتدائی علوم من جملہ مقدمات کو اپنے والد گرامی کے پاس حاصل کیا ۔ ۱۹۷۴میں لاہور شہر کی طرف حصول علم کے لئے ہجرت کی۔ مدرسہ جامعہ المنتظر(عج (میں جس کے بانی مرحوم آیت اللہ سید صفدر حسین نجفی صاحب تھے ، دوسرے طلاب کی طرح رہنے لگے ۔ سنجیدگی اور انتہائی کوشش کے ساتھ دینی علوم اور معارف کو کسب کرتے رہے۔ شہید رضوی نے اعلی اور قابل اساتذہ کی کاوشوں اور محنتوں اور ان کی نگرانی میں ۱۹۸۰ میں پہلی سطح کے دینی دروس کو بطور احسن حاصل کیا۔ ساتھ ساتھ لاہور یونیورسٹی سے بی اے کا سرٹفیکٹ بھی حاصل کر لیا۔ اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۹۸۰ میں حوزہ علمیہ قم کی طرف روانہ ہوئے۔ ٦

> شہیر رضوی نے اعلی اور قابل اساتذہ کی کاوشوں اور محنتوں اور ان کی نگرانی میں ۱۹۸۰ میں پہلی سطح کے دینی دروس کو بطور احسن حاصل کیا ۔ ساتھو ساتھو لاہور یونیورسٹی سے بی اے کا سرٹفیکٹ بھی حاصل کر لیا

حوزہ علمیہ قم اور پاکستان میں شہید کا اساتذہ :

الف: پاکستان میں شہید کے اساتذہ :

ا۔ مرحوم حجت الاسلام والمسلمین علامہ شیخ اختر عباس نجفی

۲۔ مرحوم حجت الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین نجفی۔

۳۔ حجت الاسلام والمسلمین علامہ محمد شفیع نجفی۔

۴۔ حجت الاسلام والمسلمین علامہ حافظ ریاض حسین نجفی۔

۵۔ حجت الاسلام والمسلمین علامہ موسی بیگ نجفی۔ ۷

ب: ایران میں شہید کے اساتذ :

ا۔ مرحوم آیت اللہ العظمی فاضل لنکرانی۔ 2۔ مرحوم آیت اللہ العظمی میرزا جواد تبریزی۔۔3۔ مرحوم آیت اللہ سید حسن طاہری خرم آبادی۔ ۸

فرزندان شہید

شہید سید ضیاء الدین رضوی نے اپنی مختصر سی حیات میں دو شادیاں کی ۔ شہید کی پہلی شریک حیات سے خدا نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا (حسین) عطا کیا ۔ شہید کی پہلی شریک حیات اللہ کو پیاری ہو گئیں۔اس کے بعد شہید نے دوسری شادی سید محمد عباس کی بیٹی سے کی۔ ان سے خدا نے شہید کو دو بیٹے علی اور حسن عطا کیے۔ ۹

شہید کی اخلاقی اور شخصی خصوصیات

الف: گھر والوں کے ساتھ شہید کا اخلاق :

شہید کے فرزند "حسین رضوی" اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ شہید کا اخلاق اور برتاو گھر والوں کے ساتھ مثل اخلاق محمدی صلی اللہ

علیہ وآلہ تھا۔وہ کبھی بھی گھر والوں سے غصہ نہیں ہوتے۔ کبھی بھی گھر والوں کے ساتھ اونچی آواز میں بات نہیں کی۔ بہت کم بولا کرتے تھے۔ دوسروں کو بھی کم بولنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔ بہت ہی سادگی سے بات کرتے تھے ۔ لوگوں کے ساتھ بہت احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کیا کرتے تھے۔۱۰

ب: عبادت اور بندگی:

عبادت اور بندگی میں شہید ایک عالی مثال رکھتے تھے۔جناب سید اظہر کاظمی فرماتے ہیں کہ جب شہید قم المقدسہ میں حصول علم میں مشغول تھے اس وقت جب کبھی وہ حرم مطہر حضرت معصومہ (س) سے گزرتے تھے تو وہ ضرور دو رکعت نماز پڑا کرتے تھے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ ایک دن عاشور کی رات کو شہید کی خدمت میں حاضر ہوا تو شہید نے مجھ سے کہا آپ یہاں آرام کریں۔ وہ خود دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ عبادت میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں، میں نے دیکھا کہ شہید نے بہت گریہ کیا کہ جو میرے لئے بہت تعجب کا باعث تھا کیونکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو اتنا زیادہ عبادت خدا میں روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔۱۱

ج: آئینہ اخلاص:

> ایمان باللہ کے بعد، شہید کی واضح ترین صفت ان کا اخلاص تھا۔اسی لئے شہید کے سامنے کوئی ان کی تعریف کرتا تو وہ خوش نہیں ہوتے تھے

شہید اخلاص کے پیکر تھے۔یہی وجہ تھی کہ شہید نے تھوڑے ہی عرصے میں ہمارے دلوں بلکہ ہر پاکستانی مؤمن کے دل پر حکومت کی۔ ایمان باللہ کے بعد، شہید کی واضح ترین صفت ان کا اخلاص تھا۔اسی لئے شہید کے

سامنے کوئی ان کی تعریف کرتا تو وہ خوش نہیں ہوتے تھے ۔ ہمیشہ حق بات کرنے کی تاکید کرتے تھے۔ شہید نے قوم اور ملت کے لئے بہت زیادہ خدمات انجام دیں۔اس کے باوجود انہوں نے کبھی بھی اپنے ان کاموں کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ [۱۲]

د: قبول حق

شہید کی نیک صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ حق کو قبول کرتے تھے، چاہے یہی حق بات ان کے نقصان میں ہی کیوں نہ ہو۔جب بھی ان کو معلوم ہوتا کہ یہ حق بات ہے وہ اس کو قبول کر لیتے۔ یہی ان کی روح کی پاکیزگی کی ایک عمدہ دلیل ہے۔ [۱۳]

ھ: بردباری وصبر

شہید کی پسندیدہ صفات میں سے ایک صفت یہ تھی کہ وہ ہر مشکل میں صبر اور استقامت سے کام لیتے تھے۔جب بھی کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو وہ غصہ نہیں ہوتے تھے ۔ صبر اور استقامت کے ساتھ اس مشکل کو حل کرتے تھے۔ گلگت بلتستان کے وہابیوں اور حکومت کی طرف سے گلگت بلتستان کے مظلوم شیعوں کے اوپر بڑی سختیاں تھیں جیسا کہ مذہی رسومات سے روکنا، بڑے شیعہ افسروں کو ان کے عہدوں سے ہٹادینا، شیعوں کے اوپر مختلف قسم کے الزامات لگانا، شیعہ نوجوانوں کو بغیر کسی دلیل کے گرفتار کرنا اور ان کو زندانوں میں رکھنا اور شہید کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب مشکلات کے سامنے شہید نے بردباری اور صبر و تحمل سے کام لیا۔ان سب کا سامنا کیا۔ [۱۴]

و: عاشق خاندان اہل بیت

شہید سید ضیاء الدین رضوی، پیامبر اور اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ بہت بڑی انس و محبت رکھتے تھے۔ خصوصا مولاے متقیان حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ بڑا عشق اور محبت رکھتے

تھے۔ شہید کی مولا علی علیہ السلام کے ساتھ محبت کی ایک مثال موجود ہے۔ گلگت اور بلتستان میں رسم ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام خصوصا مولاے متقیان کی ولادت پر گھروں، سڑکوں اور خصوصا پہاڑوں پر چراغاں کیا جاتا ہے ۔ وہابی حضرات اور حکومت اس بات پر راضی نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر ایسے مواقع میں مختلف قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ ایک سال حکومت نے مولا علی علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر ایک پہاڑی پر چراغاں کرنے پر پابندی لگادی اس پر وہاں کے مؤمنین بہت رنجیدہ تھے۔اس انتظار میں تھے کہ قائد گلگت بلتستان اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟اس دوران لوگوں نے دیکھا کہ سید ضیاء الدین رضوی غایب ہیں۔آپکو تلاش کیا گیا تو سید کو اسی پہاڑی پر جس پر حکومت نے چراغاں کرنے سے منع کیا تھا،چراغان کرتے ہوئے پایا۔[15]

ر: شہید کی شجاعت

شہید رضوی مؤمن شجاع تھے۔ وہ کسی بھی طاقت سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان کی شجاعت کے حوالے سے محسن ملت مرحوم حجت الاسلام والمسلمین شیخ غلام حیدر نجفی صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ وہابیوں کے اشارے پر حکومت نے شہید کو ان کے گھر کے اندر محصور کیا ۔ حکومت اس طریقے سے ان کو گرفتار کرنا چاہتی تھی، لیکن ملت تشیع کے غیور اور با وفا نوجوانوں نے حکومتی کارندوں کے سامنے مقاومت کی۔ اور شہید کو گرفتار کرنے نہیں دیا جس پر حالات بہت خراب ہوئے ۔ حکومت اور آپ کے باوفا شیعہ نوجوانوں کے درمیان بہت بڑے خون خرابے کا خطرہ پیدا ہوا۔ شیخ حیدر فرماتے ہیں کہ اسی

قم میں انہوں نے آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ میرزا جواد تبریزی اور آقای کاشانی اور حسین خرم آبادی جیسی شخصیات سے کسب فیض کیا

اثناء میں ، میں شہید رضوی کی خدمت میں پہنچا اور دیکھا کہ شہید کو کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں۔انہوں نے خوشی اور اطمینان کے ساتھ میرا استقبال کیا گویا کہ کسی قسم کا حادثہ نہیں ہوا ہے۔[۱۶]

شہید کے مختلف شخصیتی پہلو

الف: شہید کی فردی خصوصیات :

شہید سید ضیاء الدین رضوی سادگی کے ساتھ زندگی گزاتے تھے۔انہیں ان کے والد بزرگوار کی طرف سے تھوڑی سی زمین وراثت میں ملی تھی۔ ان کی سادہ زیستی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب انہوں نے ۱۹۹۰ میں جامع مسجد گلگت کے امام جمعہ والجماعت کی ذمہ داری قبول کی تو مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے دی جانے والی تھوڑی بہت رقم کو بھی انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا حالانکہ اس وقت ان کی کوئی ذاتی انکم نہیں تھی۔ اسی طرح انہیں مختلف دینی مدارس میں اچھی تنخواہ کے ساتھ تدریس کرنے کی پیش کش کی گئی لیکن انہوں نے اسے ٹھکرادیا اور دوسری طرف سے لندن میں بھی کسی مدرسے کی مسولیت سنبھالنے کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اور ہر طرح کے خوف میں گھرے ہوئے گلگت میں رہ کر مقامی مومنین کی خدمت کرنے کو ترجیح دی تا کہ وہاں رہ کر بکھری ہوئی قوم کو متحد کر سکیں۔ ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ محرم الحرام کا عشرہ پڑھنے کے بعد معمولا علما حضرات کو تھوڑی بہت رقم دی جاتی ہے وہ اسے بھی قبول نہیں کرتے تھے۔[۲۴] اور اگر کوئی انہیں ہدیہ دیتا تو اسے فقرا میں تقسیم کر دیتے تھے۔حجت الاسلام جناب زمانی کا کہنا ہے کہ آیت اللہ صافی گلپائگانی کے دفتر کی طرف سے ۲۰۰۰

ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ محرم الحرام کا عشرہ پڑھنے کے بعد معمولا علما حضرات کو تھوڑی بہت رقم دی جاتی ہے وہ اسے بھی قبول نہیں کرتے تھے

ڈالر آ قای ضیاء الدین کے ذاتی مخارج کے لئے بھیجے تھے اور شہید نے اسے کہیں خرچ نہیں کیا تھا حتی کہ ان کی شہادت کے بعد بھی وہ ۲۰۰۰ ڈالر باقی پڑے تھے، ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ شہید مال امام کو صرف کرنے میں کتنا احتیاط کرتے تھے۔۲۵

ب: شہید کی علمی خصوصیات

علمی اعتبار سے شہید گلگت میں علماکے درمیان مانی ہوئی شخصیت تھی۔انہوں نے ۶ سال تک پاکستان کے دینی مدارس میں کسب علم کیا ۔اس کے بعد ۱۰ سال تک حوزہ علمیہ قم میں علوم آل محمد کے زیور سے آراستہ ہوئے اور انہی ۱۶ سال کے مختصر عرصے میں شہید نے واقعاً علم کا سمندر اپنے اندر سمو لیا۔ کیوں نہ علم کا سمندر رہوتے جبکہ قم میں انہوں نے آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ میرزا جواد تبریزی اور آقای کاشانی اور حسین خرم آبادی جیسی شخصیات سے کسب فیض کیا۔اگرچہ شہید کی مدت تحصیل بہت کم اور مختصر تھی لیکن انہوں نے اس مختصر عرصے میں بہت ہی محنت کے ساتھ علم حاصل کیا۔جو استعداد خدا نے انہیں دی تھی واقعاً وہ اسے بروی کار لائے جس کے نتیجے میں وہ ایک ماہر استاد، توانا خطیب اور قوی مناظر کے طور پر معاشرے میں ابھرے۔۲۶اس سلسلے میں آپ کے نماز جمعہ کے خطبوں سے بعض جملے نقل کئے جاتے ہیں:

”میں نے کئی بار کہا ہے اور اب بھی اعلان کرتا ہوں کہ آجاؤ وہابیو مجھ سے شیعہ مذہب کے بارے میں وضاحت طلب کرو یا ثابت کرو کہ سنی مذہب حق ہے یا مجھے اجازت دو تاکہ ثابت کروں کہ مذہب شیعہ حق ہے، اور اگر میں اس مناظرے میں ہار گیا تو پوری شیعہ قوم کو لیکر اہل سنت مذہب اختیار کروں گا“۔

ج: تدریس

شہید حوزہ علمیہ قم میں تحصیل کے ساتھ ساتھ طلاب کو پڑھاتے بھی تھے۔ گلگت شہر

میں بھی ایک مدرسہ تھا جس میں شہید تدریس کیا کرتے تھے۔ بعض طلبا اپنا درس شہید کے گھر میں رکھتے تھے۔ اور تقریبا دو سال تک مرحوم صفدر حسین نجفی کے حکم سے لندن کے ایک مدرسے میں جو جامعہ المنتظر کی شاخ تھا، تدریس کیا کرتے تھے اور وہاں کے بہت سے طلاب کی تربیت کی۔

د: تبلیغ

حقیقت میں شہید بچپن ہی سے دین اسلام کی تبلیغ میں سرگرم رہے۔ بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دیتے تھے۔ حوزہ علمیہ قم میں وارد ہونے کے بعد ماہ مبارک رمضان اور محرم الحرام میں تبلیغ دین کی خاطر اپنے علاقے کی طرف جاتے تھے۔ جب آپ حوزہ علمیہ قم میں حصول علم میں مشغول تھے تو مرحوم سید صفدر حسین نجفی نے آپ کو تبلیغ کے لئے لندن بھیجا دو سال تک انہوں نے لندن میں تدریس اور تبلیغ کے فرائض انجام دیئے، ان کی علمی صلاحیت، تقوا اور پارسائی کو دیکھ کر دنیا کے مختلف علاقوں سے ان کو تدریس اور تبلیغ کرنے کی پیشکش آئی لیکن انہوں نے ان سب کو ٹھکرا کر اپنے آشوب زدہ علاقے کے مظلوم مومنین کی خدمت کرنے کو ترجیح دی! ۲۷

> جب آپ حوزہ علمیہ قم میں حصول علم میں مشغول تھے تو مرحوم سید صفدر حسین نجفی نے آپ کو تبلیغ کے لئے لندن بھیجا دو سال تک انہوں نے لندن میں تدریس اور تبلیغ کے فرائض انجام دیئے

ھ: تالیفات

شہید گلگت کے مختلف علاقوں میں لوگوں کو وعظ و نصیحت، تبلیغ اور اسی طرح دینی مدارس میں تدریس میں مصروف رہا کرتے تھے۔

ساتھ ہی حکومت اور وہابیوں کے ساتھ مختلف امور پر محاذ آرا تھے۔ان سب مصروفیات کے باوجود علمی تحقیقات اور تالیفات کے میدان سے بھی غافل نہیں رہے ۔بڑی گرانقدر کتابیں لکھ کر ملت تشیع کے لئے ایک بہت بڑا علمی سرمایہ یادگار کے طور پر چھوڑا ہے۔ان کی تالیفات میں درج ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں :

ا۔ عبد اللہ ابن سبا ایک افسانوی کردار۔

۲۔ صحابہ در سایہ آیات وروایات۔

۳۔آئینہ حقیقت۔۲۸

شہید رضوی کے افکار

شہید سید ضیاء الدین رضوی)اعلی اللہ مقامہ) انقلاب اسلامی ایران، حضرت امام خمینی (قدس سرہ (اور رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ خامنہ ای کے عاشق تھے۔ شہید کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کی نجات اور عزت صرف اور صرف حضرت امام خمینی (رضوان اللہ)کے نورانی افکار کی پیروی اور ولی فقیہ کی اطاعت کرنے میں ہے۔ شہید کا نظریہ تھا کہ جو نظام حقیقی معنوں میں مسلمانوں کا دفاع کرتے ہوئے اسلام کے دشمنوں کے سامنے ڈٹا ہوا ہے وہ اسلامی جموریہ ایران کا نظام ہے۔ شہید بزرگوار کسی کو بھی اسلامی جمہوریہ ایران اور رہبر معظم انقلاب کی چھوٹی سی بھی اہانت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ شہید کے گلگت آنے سے پہلے وہابی یہ نعرہ لگاتے تھے ”کافر کافر شیعہ کافر، خمینی کافر“لیکن شہید کے گلگت آنے کے بعد کسی کی جرائت نہیں تھی کہ اس قسم کی غلیظ زبان استعمال کرے۔ ۲۹ اس کے علاوہ شہید سید ضیاء الدین رضوی نے علامہ شہید سید عارف حسین الحسینی (رہ) کی سیرت اور ان کے کردار اور افکار کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا تھا۔ شہید کی نظر میں عارف حسینی کی شہادت پاکستان کی شیعہ قوم کے لئے ان کی زندگی کا سب سے بڑا نقصان تھا در حالیکہ خود شہید سید ضیاء الدین رضوی کی شہادت سے جو نقصان گلگت بلتستان کے شیعوں کو ہوا وہ نقصان علامہ سید عارف کی شہادت سے کم نہ تھا۔ بلکہ شہید

بزرگوار عالم و مجاہد اور قائد ہر دل عزیز شیعیان پاکستان علامہ عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد شہید سید ضیاء الدین رضوی کی شہادت شیعیان پاکستان بالخصوص شیعیان گلگت بلتستان کے لئے بہت بڑا المناک اور ناقابل فراموش سانحہ تھا۔ یہ بات مخفی نہ رہے کہ شہید سید ضیاء الدین رضوی نے علامہ عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے خط کو اپنایا ہوا تھا۔ وہ ہر وقت قائد ملت کی حمایت کرتے تھے اور وہ بھی ان کو اپنا دست راست سمجھتے تھے۔ شہید کا فرمان تھا: ''کوئی بھی شخص مرکز سے رابطہ رکھے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا''۔ اس بارے میں بہت سی ویڈیو کیسٹس بھی پائی جاتی ہیں جہاں پر انہوں نے بھرپور انداز میں قائد ملت کی حمایت کی ہے اور قائد محترم پر لگائے گئے الزامات کی سخت مخالفت اور شدید مذمت کی ہے۔ قائد محترم ساجد علی نقوی کی حمایت اور شجاعانہ قیادت کے سلسلے میں شہید سید ضیاء الدین رضوی کی طرف سے کی گئی تقریر کے ایک حصے کو ایک ویڈیو کیسٹ سے بندہ حقیر اس مقالے میں نقل کرتا ہوں:

''قائد محترم علامہ سید ساجد علی نقوی کو ہر طریقے سے مرعوب کرنے اور دبانے کے لئے ان کو پابند سلاسل کیا گیا۔ پھر کیسی شرایط رکھیں وہ شرایط کیا تھیں، لوگ کہتے تھے کہ یہ قتل کیس ہے فلاں ہے، نہیں، مسئلہ قتل کیس نہیں تھا، مسئلہ یہ تھا کہ حکومت دشمن کی ہمنوا بن کر یہ چاہتی تھی کہ کل دشمن جو مطالبہ کر رہا تھا، آج قائد سے حکومت خود وہ مطالبہ کر رہی ہے، کہ جناب یہ شرط بھی مان لیں، یہ شرط بھی مان لیں، لیکن قائد محترم نے فرمایا کہ میرے لئے ان شرایط کو قبول کرنے سے آسان مسند شہادت ہے۔ میں مسند شہادت کو قبول تو کر سکتا ہوں لیکن اس ذلت آمیز ان شرایط پر میں کبھی بھی دستخط نہیں کر سکتا. چنانچہ وہی آپ نے ثابت کرکے دکھایا۔ کیس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ انشاء اللہ حق کی نصرت ہوگی دشمنوں اور حکام کا یہ ستم اور ان کا

یہ ظلم جو چلا آ رہا ہے۔ برادران ہمیں ان ساری چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس وقت پاکستان کے اندر تشیع کا وجود بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔ اس وقت اگر ہم نے اپنے وجود کے تحفظ کی کوشش نہ کی تو کل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم بیدار اور ہوشیار ہو جائیں۔ اور پاکستان کے اندر مذہب اہل بیت علیہم السلام پر خود بھی پابند رہتے ہوئے اس مذہب کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے میدان عمل میں ہمیشہ آمادہ و تیار رہیں اور جب تک زندگی ہے حق پر عمل ہوتا رہے اور اگر زندگی جائے تو حق پر قربان ہو جائے۔'' ۳۰

شہید سید ضیاء الدین رضوی نے علامہ عارف حسین الحسینی کی شہادت کے بعد قائد ملت جعفریہ پاکستان علامہ سید ساجد علی نقوی کے خط کو اپنایا ہوا تھا

شہید کی دینی اور فرہنگی خدمات

شہید مظلوم نے اپنی ساری زندگی قوم کی خدمت اور خدا کی عبادت میں گزاری۔ وہ سفر میں ہوتے یا حضر میں، مریض ہوتے یا سالم، مشکل میں ہوتے یا آسانی میں انہوں نے اپنی عبادت میں کبھی سستی نہیں کی۔ اسی طرح وہ اپنی فعالیتوں میں بھی خواہ وہ دینی فعالیت ہو یا مذہبی، سیاسی فعالیت ہو یا ثقافتی بغیر کسی سستی کے سرگرم عمل رہتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند فعالیتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

الف: دینیات سینٹرز کا قیام:

شہید نے گلگت، نگر، ہنزہ، جلال آباد، دنیور اور دوسرے سینکڑوں دیہاتوں میں جوانوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے کئی دینیات سینٹرز کی بنیاد رکھی ان سینٹروں میں

اساتذہ کا بھی معقول انتظام کیا گیا اور ان کے لئے معقول تنخواہ کا بھی انتظام کیا گیا۔

ب: خواہران کے لئے حوزوی مدارس کا قیام

شہید نے گلگت شہر میں خواہران کی دینی تربیت کے لئے جامعۃ الزہرا (سلام اللہ علیہا) کی بنیاد رکھی اسی طرح نومل، جلال آباد، ہنزہ، نگر اور دنیور میں بھی خواہران کے دینی مدارس کی سرپرستی کرتے تھے۔ اور ان مدارس کے معلّمین کی ماہانہ مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔فی الحال خواہران کے آٹھ مدرسے ہیں جو شہید کی کوششوں سے تاسیس ہوئے تھے۔ تقریبا ۲۰ سے زیادہ دینیات سینٹرز ہیں جن میں دس ہزار سے زیادہ طالب علم کسب فیض کر رہے ہیں۔[۳۱]

ج: برادران کے حوزوی مدرسوں کی سرپرستی

شہید گلگت شہر میں برادران کے ایک حوزوی مدرسے کی سرپرستی کرتے تھے۔ بہت زیادہ مصروف ہونے کے باوجود طلاب کرام ایک درس کو سید کے گھر میں رکھتے تھے۔اور شہید کسی بھی وقت درس کی چھٹی نہیں کرتے تھے۔ حال ہی میں یہ مدرسہ جناب حجت الاسلام والمسلمین سید راحت حسین الحسینی صاحب کی زیر نگرانی ہے۔ اس مدرسے میں اب حفاظ کرام حفظ قرآن میں مصروف ہیں۔

د: دور دراز علاقوں میں علماء کو تبلیغ پر بھیجنا

وہ علاقے جہاں لوگوں کے لئے علما میسر نہیں تھے وہاں پر نماز جماعت کے قیام اور دوسری دینی خدمات انجام دینے کے لئے مبلغین کو بھیجتے تھے۔ ہر طریقے سے مبلغین کی حمایت کرتے تھے۔ تقریبا ۳۰۰۰ روپے سے ان کی مالی امداد کرتے تھے۔

ہ: اخلاقی دروس کا انعقاد

دینی طالب علموں اور عام نوجوانوں کے لئے اخلاقی دروس کا انعقاد کرتے تھے۔ وہ ضرور ہفتے

میں ایک دفعہ گلگت کی جامع مسجد اور مختلف علاقوں میں نوجوان طبقہ کے لئے درس اخلاق کا بندوبست کرتے تھے جس میں بے شمار نوجوان شرکت کرتے تھے اور معنوی تربیت حاصل کرتے تھے، بندہ خود اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے خود دنیور اور گلگت میں شہید کے کئی دروس اخلاق میں شرکت کی اور معنوی استفادہ کیا۔

و: مساجد کو بنانا

شہید نے اپنی زندگی میں گلگت کے مختلف علاقوں میں جہاں مساجد کی اشد ضرورت تھی، مساجد بنوائیں، بلکہ جہاں دوسروں کے لئے مسجد بنانا ممکن نہیں تھا، شہید نے وہاں پر بھی مسجد بنا کر غیر ممکن کو ممکن بنایا، گاہکوچ میں جہاں ۱۰۰ فیصد اسماعیلی زندگی کرتے ہیں وہاں پر شیعہ مسافروں اور ملازمین کے لئے مسجد بنوائی بلکہ ایک مکان بھی وہاں خریدا تا کہ مبلغ وہاں رہ کر اس مسجد میں نمازیوں کے لئے تبلیغ کریں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہنزہ علی آباد میں بھی مسجد بنوائی اور خود گلگت شہر میں مرکزی جامع مسجد کی تعمیر نو کرائی جو تین منزلوں پر مشتمل ہے پہلی منزل میں ۵۰۰ دوسری منزل میں ۳۵۰ اور تیسری منزل میں ۱۵۰ نمازیوں کے لئے گنجایش ہے۔[۳۲] یہ مسجد اہل تشیع کے لئے شہید کا ایک شاہکار اور یادگار تحفہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی شہید نے بہت سارے فلاحی کام انجام دئے جن کو تفصیلات بیان کرنے کی اس مقالے میں گنجایش نہیں ہے، فقط ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے:

ز: تعمیر ملت پروگرام

شہید ضیاء الدین کی جامع مسجد گلگت کی ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے وہاں پر حجت الاسلام والمسلمین سید عباس علی شاہ حسینی نجفی امام جمعہ و الجماعت تھے۔ وہ ایک با عمل عالم اور زبردست خطیب ہیں انہوں نے مذہب اہل بیت علیہم السلام کی تبلیغ اور ترویج کے لئے ہر قسم کی قربانی دی ہے ۔لوگوں کی اقتصادی

حالت بہتر بنانے کے لئے بہت سارے امور انجام دئے ہیں۔ ان امور میں ایک اقتصادی نظام کی تنظم نو ہے ۔ اس نظام کو پہلے سید عباس علی شاہ چلا رہے تھے ۔یہ اقتصادی نظام بغیر کسی خاص نام کے چل رہا تھا لیکن شہید بزرگوار نے ۱۹۸۹ میں مرکزی امامیہ مسجد گلگت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد باقاعدہ طور پر انتخابات کے ذریعے مسجد کمیٹی بنائی۔اس نظام کو تعمیر ملت پروگرام نام دیا ۔یہ نظام ملت تشیع کے لئے ایک مفید کام ثابت ہوا۔ البتہ سید کی شہادت کے بعد اس منصوبے کو سید راحت حسین الحسینی احسن طریقے سے چلا رہے رہیں۔

ح: شادی بیاہ میں آسانی

شہید بزرگوار کے گلگت آنے سے پہلے علاقے میں شادی بیاہ میں ایسی رسومات تھی جو دین اسلام کے خلاف تھیں۔ مثلا ناچ گانے وغیرہ اس کے علاوہ شادی کو پر رونق بنانے یا شہرت بنانے کے لئے اپنی قلیل سی جایداد کو لٹاتے تھے۔علاوہ بر این نکاح کے دوران مہر حد سے زیادہ رکھتے تھے۔ شہید کی بدولت یہ ساری غلط رسومات ختم ہوگئیں۔ لوگ سادگی کے ساتھ شادی بیاہ کو اختتام تک پہنچانے لگے۔ ناچ گانے کا سلسلہ ختم ہوا۔ اپنی دولت کو لٹانے کے بجائے چند کلو شیرینی سے مسجد میں مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے لگے اور نکاح کے دوران مہر بھی مناسب رکھا جانے لگا۔

متنازعہ نصاب تعلیم کے سلسلے میں شہید کا موقف:

بنیادی قانون کے مطابق شیعہ اور سنی دونوں پاکستان کے رسمی مذہب ہیں۔ پاکستان کو شیعہ اور سنی دونوں نے مل کر بنایا ہے ۔ خصوصا شیعوں کی قربانیاں حصول پاکستان کے لئے کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ بنیادی قانون کے مطابق نصابی کتابوں کے اندر ہر دو فرقوں کے عقائد مندرج ہونے چاہیے ۔ یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ کتابوں کے اندر ایسا درسی مواد لانے سے پرہیز کیا جائے جو مسلمانوں کے درمیان

تفرقہ پھیلائے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ۱۹۹۷ کے بعد پہلی کلاس سے لیکر یونیورسٹی تک تمام کتابوں میں اس قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نصابی کتابوں میں ایسے زہریلے افکار درج کیئے گئے ہیں کہ جو شیعہ عقائد کے خلاف ہیں۔ ۳۳

لہٰذا شہید بزرگوار نے اس زہریلے درسی مواد کے خلاف زبردست تحریک اور مہم چلائی ۔حکومت سے مطالبہ کیا کہ نصاب تعلیم کے اندر ایسا درسی مواد کو رکھا جائے جو سب فرقوں کے لئے قابل قبول ہو۔ اس تحریک کی شیعوں کے علاوہ عام سنی برادران نے بھی بھر پور حمایت کا اعلان کیا اس پر ساری عوام سڑکوں پر آئی سارے حکومتی ادارے بند ہوئے۔ سکول کے طالب علموں نے سکولوں کو بند کیا۔ بازار بھی بند ہوگئے۔

شہید کی شہادت :

اس کے نتیجے میں حکومت پاکستان بے بس ہوئی۔ ہر طرح سے شہید کو دبانے کی کوشش کی گئی ۔ کئی بار گرفتار کیا گیا لیکن شہید کسی طرح سے حکومت کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ دن بہ دن یہ تحریک شدت پکڑتی گئی جس پر شہید کو خاموش کرنے کے لئے آخری حربہ استعمال کیا گیا اور شہید کو جنوری ۲۰۰۵ کے دن تقریبا ۱۲ بجے نماز ظہر پر جاتے ہوئے کلاشینکوف کی گولیوں اور گرنیٹ سے حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں موقع پر شہید کے دو وفادار محافظ حسین اکبر اور عباس علی شہید ہوگئے۔ خود شہید اور آپ کا تیسرا محافظ شدید زخمی ہوئے۔ ان کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے راولپنڈی سی ایم ایچ ہسپتال منتقل کیا گیا، لیکن

> شہید کو جنوری ۲۰۰۵ کے دن تقریبا ۱۲ بجے نماز ظہر پر جاتے ہوئے کلاشینکوف کی گولیوں اور گرنیٹ سے حملہ کیا گیا

زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گلگت بلتستان کے محبوب قائد سید ضیاء الدین رضوی اپنے محافظ سمیت جام شہادت نوش کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ ہزاروں چاہنے والوں نے الوداع کرنے کے بعد جامع مسجد گلگت کے صحن میں ان کو سپرد خاک کیا۔ خدا ان کی قبر پر اپنی رحمت کی بارش نازل کرے۔

....

منابع:

۱۔ انجم، غلام حسین، شیعیت گلگت میں، ص ۱۵۰

۲۔ ایضاً۔

۳۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۱۰۔

۴۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۱۱۔

۵۔ ماہنامہ ہادی، ۲۰۰۸، ص ۸۔

۶۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۱۳۔

۷۔ ایضاً، ص ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۱۷، ۱۶۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۹، ۲۲، ۲۰۔

۹۔ قیصر، محبت حسین، شہدای گلگت بلتستان، ص ۵۰۲۔

۱۰۔ حسین رضوی، فرزند شہید ضیاء الدین رضوی۔

۱۱۔ سید اظہر کاظمی، ہم زلف سید ضیاء الدین رضوی۔

۱۲۔ سخنرانی حجت الاسلام سید راحت حسینی، مدرسہ امام علی علیہ السلام قم، سال ۲۰۱۰۔

۱۳۔ رجائی، محمد علی حسن ، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۲۷ و ۵۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۸۔

۱۵۔ رجائی، محمد علی حسن ، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۹۲۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۳۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۶۔

۱۹۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، طلاب شمالی علاقہ جات حوزہ علمیہ قم، ص ۲۔

۲۰۔ قیصر، محبت حسین، شہدای گلگت بلتستان، ص ۷۴۔

۲۱۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، طلاب شمالی علاقہ جات حوزہ علمیہ قم، ص ۵۔

۲۲۔ رجائی، محمد علی حسن ، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۴۴۔

۲۳۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، ص ۷۔

۲۴۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، ص ۷۔

۲۵۔ اطلسی، محمد نذیر، گلگت۔

۲۶۔ حجت الاسلام سید راحت حسینی کی تقریر سے اقتباس۔

۲۷۔ رجائی، محمد علی حسن ، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۵۲۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ زندگی نامہ شہید سید ضیاء الدین رضوی، طلاب شمالی علاقہ جات حوزہ علمیہ قم، ص ۱۳۔

۳۰۔ مرکزی جامع مسجد گلگت میں نمازیوں سے خطاب۔

۳۱۔ رجائی، محمد علی حسن ، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۶۱۔

۳۲۔ ایضاً۔

۳۳۔ رجائی، محمد علی حسن، بررسی شخصیت شہید ضیاء الدین، ص ۸۳ و ۸۴۔

انٹرویو حجت الاسلام سید حسین رضوی

فرزند شہید آغا سید ضیاءالدین رضوی

سوال : قارئین کو اپنا مختصر تعارف کرانا پسند کریں گے؟

حجۃ الاسلام سید حسین رضوی: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب سے پہلے آپ برادران اور آپ کی تنظیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے زحمت کی اور تشریف لائے۔

میرا نام سید حسین رضوی ہے فرزند شہید سید ضیاء الدین رضوی۔ میں انکا دوسرا فرزند ہوں۔ اور اس وقت میں مدرسہ حجتیہ میں کارشناسی ارشد کے رشتہ فقہ و اصول میں مشغول تحصیل ہوں۔

سوال: شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کے فرزند ہونے کے ناطے ان کی خدمات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

> جو صاحبان منصب اور صاحبان نفوذ ہیں, جن کی اخلاقی ذمہ داری تھی اس مشن کو آگے بڑھانے کی انہوں نے کوئی خاص رول ادا نہیں کیا

حجۃ الاسلام سید حسین رضوی: میری جو نسبت ہے شہید کے ساتھ اس وجہ سے میں اس سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ [شاید] اخلاقی طور پہ میرے لئے مناسب نہ ہو

کہ میں ان کی خدمات اور اقدامات پر روشنی ڈالوں۔ اس حوالے سے کوئی اور عالم دین یا شخص گفتگو کرے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

سوال: شہید آغا سید ضیاءالدین رضوی کی شہادت کے بعد ہم ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں؟

حجۃالاسلام سید حسین رضوی: ہم اس حوالے سے اگر دیکھیں کہ شہید کے مشن کو آگے بڑھانے میں علماء کا کیا کردار رہا تو میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ علماء نے اس حوالے سے کوئی خاص کردار اور رول ادا نہیں کیا ہے۔ بالخصوص جو صاحبان منصب اور صاحبان نفوذ ہیں, جن کی اخلاقی ذمہ داری تھی اس مشن کو آگے بڑھانے کی انہوں نے کوئی خاص رول ادا نہیں کیا۔ جہاں تک اصلاح نصاب تعلیم کا مسئلہ ہے، اسے دیوار سے لگائے ہوئے ایک مدت ہوئی ہے۔ اب آپ اصلاح نصاب تعلیم کے حوالے سے کوئی بات نہیں سنتے۔

لیکن اس حوالے سے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس مسئلہ کو شہید کے بعد آگے نہ بڑھانا, یہ ملت تشیع کے لئے اچھا ہوا۔ کیونکہ اگر آپ جب کوئی ایشیو اٹھاتے ہیں اس کے لئے پھر آپ کے پاس راہ حل بھی ہونا چاہئے۔ وگرنہ آپ ایشوز اور مسائل اٹھائیں لیکن آپ کے پاس اس کا راہ حل نہ ہو تو نہ صرف مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مزید مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: لایحمل ھذا العلم الا اھل البصر والصبر۔ یعنی اس علم کو وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جن میں بصیرت ہو اور صبر ہو۔

جو مسائل کو سمجھ سکتے ہیں، جو مسائل کا حل جانتے ہیں۔ جو ان مسائل کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں وہی لوگ یہ علم اٹھا سکتے ہیں۔ جہاں پہ بصیرت نہ ہو، مسائل و مشکلات پر صبر نہ ہو تو وہاں پر اگر مسائل اٹھائے جائیں تو مزید مسائل پیدا ہوں گے اور شاید مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

اسی طرح دوسری چیز جس پر شہید نے بہت زیادہ توجہ دی تھی وہ, بعض القابات تھے جو امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ مختص تھے۔ لیکن چونکہ تاریخ میں بعض مورخین نے ان کو جھوٹی نسبت دی ہے بعض دوسرے افراد کے ساتھ, شہید نے کوشش کی تاریخی منابع سے اس چیز کو واضح کریں اور یہ واضح بھی کیا کہ یہ القابات مختص ہیں امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ۔

اسی حوالے سے شہید نے ملت تشیع سے کہا کہ آپ جس طرح نعرہ حیدری لگاتے ہیں اسی طرح اپنی مجالس و محافل میں صدیق اکبر علی علی، فاروق اعظم علی علی کا نعرہ بھی لگائیں۔ لیکن شہید کی شہادت کے بعد جن علماء کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ ان نعروں کو زندہ رکھیں، آگے بڑھائیں. انہوں نے نہ صرف ان کو زندہ رکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انہوں نے ان نعروں کو مٹانے کی کوشش کی, مختلف محلوں کے علماء نے دورے کئے اور جوانوں کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی محافل اور مجالس میں یہ نعرے مت لگائیں۔ تو جہاں تک علماء کی بات ہے میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے اس حوالے سے کوئی کام انجام دیا ہو۔ اور اگر وہ کوئی کام نہ کرتے اور خاموش رہتے تو یہ بھی بہتر تھا لیکن انہوں نے اس کے برعکس شہید کے مشن کو ختم کرنے اور وہ علم جو شہید نے بلند کیا اسے گرانے کی کوشش کی۔ اگر ہمارے علماء و بزرگان یہ کوشش نہ کرتے تو حکومت کو بھی یہ جرات نہ ملتی کہ وہ ان نعروں پر پابندی لگائے۔ جب ہم نے اپنے ان جائز حقوق سے عقب نشینی کی تو حکومت اور وہاں جو ایک مخصوص و مختصر تکفیری گروہ ہے, ان کو یہ جرات ملی کہ وہ ہماری تمام مذہبی آزادیوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔ جیسے ابھی آپ دیکھیں یونیورسٹی میں یوم حسین علیہ السلام پر بھی پابندی لگی ہوئی

> جہاں پہ بصیرت نہ ہو، مسائل و مشکلات پر صبر نہ ہو تو وہاں پر اگر مسائل اٹھائے جائیں تو مزید مسائل پیدا ہوں گے

ہے۔ اب بھی جب یہ نعرے لگتے ہیں اس کے خلاف بھی جوانوں پہ ایف آئی آرز کٹتی ہیں۔ یہ سب جو اقدامات ہیں ان کی جرات ہمارے اپنے علماء نے دی. ان کی سستی اور ان کی نادانی کی وجہ سے یہ مسائل پیدا ہوئے ہیں۔

بقول حافظ :

من از بیگانگان ہرگز ننالم

کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

میں علماء کا شہید کے مشن کو زندہ رکھنے میں کوئی مثبت رول نہیں دیکھتا۔

اگر ہم اس حوالے سے عام عوام کی بات کریں تو اب تک جتنی قربانیاں دی ہیں, وہ عوام نے ہی دی ہیں۔

کچھ عرصے پہلے محرم کے جلوسوں میں یہ نعرے لگائے گئے جس کے نتیجے میں متعدد جوانوں کو گرفتار کیا گیا۔ ماضی میں بھی جو اس حوالے سے گرفتاریاں ہوئی ہیں یا جن کو سزائیں دی گئی ہیں وہ اکثر عام عوام ہی ہیں, ان میں آپ علماء کو کہیں نہیں دیکھیں گے۔ اب تک جنہوں نے قربانیاں دی ہیں وہ عوام ہی ہیں۔

سوال : شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کا سب سے اہم کام جس کو وہ بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے وہ کیا تھا؟

حجۃ الاسلام سید حسین رضوی: شہید کا جو اصل ہدف اور مقصد تھا وہ ملت تشیع کے حقوق کا تحفظ تھا۔ چاہے وہ سیاسی میدان میں ہو، اجتماعی میدان ہو یا مذہبی آزادی کا میدان ہو۔ شہید نے ہمیشہ کوشش کی کہ ان

میں علماء کا شہیر کے مشن کو زنرہ رکھنے میں کوئی مثبت رول نہیں دیکھتا۔ اگر ہم اس حوالے سے عام عوام کی بات کریں تو اب تک جتنی قربانیاں دی ہیں،وہ عوام نے ہی دی ہیں

مختلف میدانوں میں ملت تشیع کے حقوق کا تحفظ کریں۔ جس طرح شہید نے الیکشن میں حصہ لیا یا اصلاح نصاب کی تحریک اٹھائی، یہ سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی وہ ملت تشیع کے عقائد کے تحفظ کا مسئلہ تھا۔ میرے خیال میں شہید کے سامنے دو محاذ تھے، ایک گلگت بلتستان کے آئینی حقوق کا مسئلہ اور دوسرا ملت تشیع کے عقائد کے دفاع کا مسئلہ۔ ان دونوں میں سے جس کو شہید نے زیادہ اہمیت دی اور زمان کے لحاظ سے زیادہ اہم سمجھا وہ یہی ملت تشیع کے عقائد کے تحفظ کا مسئلہ تھا۔ اسی لئے انہوں نے اصلاح نصاب تعلیم کی تحریک اٹھائی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ عقائد تشیع کے تحفظ کا مسئلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ گرچہ وہ گلگت بلتستان کے آئینی حقوق کے مسائل کو بھی اہم سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے بھی شہید نے بہت اقدامات کئے ہیں۔ لیکن ان کی اصل توجہ عقائد تشیع کے دفاع کی طرف مرکوز تھی۔

> شہید کا جو اصل ہدف اور مقصد تھا وہ ملت تشیع کے حقوق کا تحفظ تھا۔ چاہے وہ سیاسی میدان میں ہو، اجتماعی میدان ہو یا مذہبی آزادی کا میدان ہو

سوال: گلگت بلتستان کے آئینی حقوق کو حاصل کرنے کیلئے کیا کرنا چاہئے اور علماء اس حوالے سے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

حجۃ الاسلام سید حسین رضوی : جو ایسے معاشرے اور ایسے علاقے جہاں پہ مختلف اقوام یا مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہوں اوان میں سے بھی اگر کسی کو فیصلہ کن حیثیت حاصل نہ ہو، جیسے ابھی لبنان ہے جہاں پہ شاید اکثر عرب ہوں لیکن مذہبی حوالے سے وہاں پہ تقسیم بندی ہے شیعہ، سنی اور مسیحی ہیں۔ اگر ایسے معاشروں

میں کسی ایک نقطے پر اتحاد و وحدت نہ ہو تو وہاں پر حقوق کے لئے آواز اٹھانا اور ترقی کی شاھراہ پر قدم اٹھانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم دیکھیں افغانستان کی طرف وہاں پہ پشتون اکثریتی اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آج طالبان وہاں اپنی حکومت قائم کر رہے ہیں۔

اگر ہم ان مثالوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے علاقے کی طرف آئیں تو ہمارا علاقہ بھی ایسا ہی ہے جہاں پہ مختلف مذہبی فرقے رہتے ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی فیصلہ کن حیثیت حاصل نہیں ہے, نہ شیعوں کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے اور نہ ہی اہلسنت کو۔اسی لئے میرے خیال میں حقوق کیلئے سب سے زیادہ جو چیز اہم ہے وہ شیعہ سنی اتحاد ہے۔ گرچہ دو اتحاد بہت ضروری ہیں, ایک علاقائی اتحاد گلگت بلتستان سطح پر اور دوسرا شیعہ سنی مذہبی اتحاد۔ میرے خیال میں ان دونوں میں سے شیعہ سنی اتحاد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ جب تک ہم مشترک ہدف کیلئے اکھٹے نہ ہوں, آئینی حقوق حاصل کرنا انتہائی سخت کام ہے۔ گرچہ آج کل یہ خبریں چل رہی ہیں کہ گلگت بلتستان کو آئینی و صوبائی حیثیت مل رہی ہے۔ لیکن اگر یہ آئینی حیثیت ملے بھی تو اس کے ثمرات ایک مخصوص گروہ تک محدود ہوں گے, جو صوبائی اسمبلی کے ممبرز, وزیر اور مشیر ہوں گے ان تک محدود ہوں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ثمرات عام عوام تک پہنچیں تو اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم مل کر جدوجہد کریں۔ کیونکہ آپ دیکھیں پاکستان ایک ایسا ملک ہے کہ جہاں پہ اگر آپ طاقتور ہوں تو آپ اپنے حق سے زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔ لیکن اگر کمزور ہوں تو آپ کو

> حقوق کیلئے سب سے زیادہ جو چیز اہم ہے وہ شیعہ سنی اتحاد ہے جب تک ہم مشترک ہرف کیلئے اکھٹے نہ ہوں, آئینی حقوق حاصل کرنا انتہائی سخت کام ہے

آپ کا جائز حق بھی نہیں ملتا ہے۔ حقوق کے حصول کیلئے گلگت بلتستان کے باشندوں کیلئے نہ صرف ضروری ہے بلکہ ہم مجبور ہیں کہ متحد ہو کر اس مشترکہ ہدف کیلئے قدم اٹھائیں۔ کیونکہ آپ دیکھیں پاکستان میں بعض ایسے علاقے ہیں جن کو ستر سال سے زائد کا عرصہ ہوا ہے صوبے کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن آج تک وہ اپنے حقوق سے محروم ہیں اور حقوق کیلئے آواز اٹھا رہے ہیں۔

اور اس مذہبی اتحاد کیلئے سب سے اہم رول، جو گروہ و صنف ادا کر سکتے ہیں وہ علماء کی صنف ہے۔ کیونکہ اس معاشرے میں جن کی بات سنی جاتی ہے، جن کی بات مانی جاتی ہے وہ علماء ہیں، جن کو اس معاشرے میں نفوذ حاصل ہے۔ اگر علماء چاہیں تو ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں کو نزدیک لاسکتے ہیں اور ان کو اس راستے پہ ڈال سکتے ہیں، جو آئینی حقوق کے حصول کا راستہ ہے۔ گرچہ بہت اہمیت کا حامل ہے علماء کا رول لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب تک اس حوالے سے علماء کا رول زیادہ مثبت نہیں رہا ہے۔ کیونکہ اس اتحاد کیلئے ایسا کوئی اقدام جس کے عملی طور پر مثبت اثرات ہوں وہ ہم نہیں دیکھ رہے۔ گرچہ حکومتی سطح پہ کبھی کبھار علماء حکومت کے کہنے پر مل بیٹھتے بھی ہیں، لیکن اس کے عملی اثرات عوامی سطح پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ حقیقی طور پر اتحاد ہو اور ہم حقوق کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ یہ اتحاد عوامی سطح پہ ہو۔ اس میں سب سے زیادہ اہم رول جو ادا کر سکتے ہیں وہ علماء ہیں۔ اس حوالے سے علماء کا بہت ہی اہم کردار ہے۔

اگر علماء چاہیں تو ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں کو نزدیک لاسکتے ہیں اور ان کو اس راستے پہ ڈال سکتے ہیں، جو آئینی حقوق کے حصول کا راستہ ہے

سوال: متحدہ علماء فورم گلگت بلتستان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حجۃالاسلام سید حسین رضوی: یہ ایک بہت ہی مثبت اور اچھا قدم ہے۔ ابھی میں نے عرض کیا آپ کی خدمت میں کہ مختلف مسائل کے حل کیلئے ہمارا ہماہنگ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارے مسائل ایک ہیں، ان کا حل ایک ہے۔ ہمارا تعلق چونکہ ایک ہی خطے سے ہے. ہماری آپس میں ہمفکری اور ہماہنگی بہت ہی ضروری ہے۔ جتنی مسائل پہ ہماری ہمفکری اور ہماہنگی زیادہ ہوگی اتنی ہی آسانی کیساتھ اور بہتر طریقے سے ہم اپنے مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ ایک بہت ہی اچھا پلیٹ فارم ہے۔ کیونکہ یہاں پہ گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے علماء ہیں، مختلف مسائل کو ہم یہاں پہ اس فورم میں بیٹھ کر ڈسکس کر سکتے ہیں اور ان کا حل ڈھونڈ سکتے ہیں اور اس کے جو ثمرات ہیں وہ ہم مستقبل میں گلگت بلتستان کے اندر حاصل کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو یہ بہت ہی اچھا اقدام ہے جو جی. بی کے علماء اور طلاب میں ہماہنگی کو فروغ دینے کیلئے ضروری بھی ہے۔ میں خدا سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی آپ برادران کو اس نیک ہدف میں کامیاب کرے اور آپ تمام برادران کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔آمین

شہدا کی یاد کو زندہ رکھنا شہادت سے کم نہیں ہے۔ شہدا کی یاد، خصوصیات اور عزت کو تمام لوگ اپنا نصب العین بنائیں، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ شہدا کو بھلا بیٹھو۔

ولی امر مسلمین، رہبر عظیم الشان انقلاب اسلامی، حضرت آیۃ اللہ العظمی سید علی خامنہ ای دامت برکاتہ

ضیائے ملت

تحریر: شیخ مرزا علی

انسان جب اپنے لئے جینا چاہتا ہے تو جب تک جی رہا ہوتا ہے موجود رہتا ہے جب سانس ساتھ دینا چھوڑ دے تو کچھ عرصہ یادیں ساتھ دیتی ہیں پھر کمی کا احساس رفتہ رفتہ خاتمہ کی سمت چلا جاتا ہے اور جڑے لوگوں اور حلقوں کی زندگی معمول بدل دینے کے ساتھ نئے معمولات سے مانوس ہو جاتی ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ قصہ پارینہ کا حصہ بن جاتا ہے یا ماضی کی یادوں کے مانند کبھی کسی گوشہ تنہائی میں جلوہ نمائی دکھاتا ہے جو تناسب کے لحاظ سے ڈبل فیگر کا ہندسہ بھی نہیں پاتا۔

اس کے بالکل برعکس جو شخص دوسروں کیلئے جینا اپنا مقصد قرار دیتا ہے لوگوں میں گھل مل جاتا یا لوگوں سے میل ملاپ بھی انکی خیر خیریت پوچھنے ان کے مسائل جاننے ان کی مشکلات کو قریب سے دیکھنے کو عبادت سمجھتا ہے کسی ضرورت مند، معذور یا مجبور چاہے حالات کا مجبور ہو یا کسی جابر کے جبر سے مجبور ہو کو اپنی تکلیف سمجھتا ہو اپنی مجبوری سمجھ کر تلملا جاتا ہو جو اپنے شوق و ذوق کو اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کر دیتا ہو جس کا اوڑھنا بچھونا دوسروں کی دادرسی ہو کیا

> یہ کیسے ممکن ہے کہ وقت گزرنے میں اپنی رفتار بڑھاتا جائے اور ایسا شخص جس نے دوسروں کی سربلندی کی خاطر جان بھی دی ہو اس ملت کے افراد، خواص، علماء اور جوان اس کو اپنی جان نہ سمجھیں

وہ کبھی ذہنوں سے محو ہو سکتا ہے کیا ایسے کی کمی کا احساس کبھی ختم ہو سکتا ہے کیا ایسا قصہ پارینہ کی نذر ہو سکتا ہے، آخر ایسا کیسے ہو سکتا ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔

جن کے لئے اس نے زندگی کی ہر سانس میں دعا مانگی ہو جن کے مستقبل کیلئے اپنا آرام، سکون، خواہش، نیند، آسائش اور پیاری زندگی قربان کردی ہو جن کی عزت وآبرو کو برقرار رکھنے ہر ستم کو خندہ پیشانی سے قبول کیا ہو جن کو حوصلہ دینے کیلئے کبھی تنہائی کا اظہار نہ کیا ہو جن کے وقار کو بلندی دینے کیلئے زیر لب بھی شکوہ نہ کیا ہو جن کو قدرت مند بنانے اور زمام اقتدار تک پہنچانے کیلئے ہر تہمت کو نظر انداز کرکے جدوجہد جاری رکھی ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ وقت گزرنے میں اپنی رفتار بڑھاتا جائے اور ایسا شخص جس نے دوسروں کی سربلندی کی خاطر جان بھی دی ہو اس ملت کے افراد، خواص، علماء اور جوان اس کو اپنی جان نہ سمجھیں کیونکہ جو دوسروں کیلئے اپنی قیمتی جان دے دیتا ہے وہ شخص انہی کا جان بن جاتا ہے جن کی عزت و وقار، شان و شوکت، عزم و استقلال، غیرت و حمیت، سربلندی و سرافرازی اور جاہ حشم کیلئے اپنی نہایت قیمتی جان دے چکا ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ چلتی پھرتی، بولتی سنتی، ہنستی روتی، اٹھتی بیٹھتی، سوتی جاگتی، بنتی ڈھلتی اور سانس بھرتی جان ہماری نہیں اسی کی ہے جس نے ہمیں جینا، بولنا، قدم بڑھانا، اپنی قدر و قیمت جاننا، بامقصد بننا اور زندگی کی قیمت سکھائی جسے ان کے والد محترم سید میر فاضل شاہ رضوی نے سید ضیاء الدین رضوی کا نام دیا اور اپنی دلسوز راہنمائی، شیریں بیانی، فہم و فراست، حکمت و دانائی، بصیرت وذہانت، علم و حلم اور سادہ زیستی و درویشی کی بدولت ضیائے ملت قرار پائے۔

خدائی رنگ

تحریر: علی سردار سراج

بھلا کونسا قلم ہوگا جس میں اس کے حسن کو بیان کرنے کی سکت ہو؟ جو چاہتا ہے کہ جنت کی جھلک زمین پر نظر آئے، اسے چاہیے کہ دوسروں کے وہم و گمان میں بھی نہ آنے والے حسن کی مالک سر زمین، گلگت بلتستان کو نزدیک سے دیکھے۔ پھر قدرت کا منشاء یہ رہا کہ یہاں بسنے والے بھی صفات حسنہ کے مالک ہوں۔ ہاں یہ سرزمین اور یہاں کے باسی خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور خدا کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہو سکتا ہے؟ اس بستی میں اچھے لوگوں کی اس قدر بہتات ہے کہ اچھائی میں نمایاں ہونا بہت مشکل ہے۔

لیکن جس طرح بلند و بالا پہاڑوں کے بیچ میں کے ٹو نے اپنے آپ کو نمایاں کیا ہے۔ یہاں پر کچھ شخصیات بھی گزری ہیں جو اس قدر بلندی تک پہنچ گئیں کہ فضائل و کمالات کے سورج کی کرنیں سب سے زیادہ ان سے ہویدا ہو گئیں۔

وہ نیک نہیں، نیک لوگوں کا پیشوا تھا، وہ بہادر نہیں، بہادری کی مثال تھا، وہ زاہر نہیں مجسمہ زہر تھا، وہ سیاسی تھا سیاست زدہ نہیں تھا

سلسلہ سادات رضوی کا چشم و چراغ، سید ضیاء الدین رضوی اعلی اللہ مقامہ تو گویا خدائی رنگ کا وہ روشن ستارہ تھا جنہیں شاید آئندہ آنے والی کئی نسلوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے اس خطے میں روشن کیا گیا تھا۔ وہ نیک نہیں، نیک لوگوں کا پیشوا تھا ، وہ بہادر نہیں، بہادری کی مثال تھا، وہ زاہد نہیں مجسمہ زہد تھا ، وہ سیاسی تھا سیاست زدہ نہیں تھا ، وہ ایسا عالم تھا کہ جس کے علم کو

لوگوں نے ان کے عمل میں دیکھا۔ وہ صاحب بصیرت تھا اس وجہ سے انہوں نے غیر متنازعہ نصاب کے لئے اس وقت آواز بلند کی جب اپنی بعض بڑی بڑی شخصیات بھی اس مسئلے کی سنگینی کو بخوبی درک کرنے سے قاصر تھیں ۔ اور آج سب کو احساس ہو رہا ہے کہ پانی سر سے گزر چکا ہے۔

ان تمام صفات کو اگر جسم کی شکل دی جائے تو اس جسم کا سر ان کا صبر اور ان کا ایمان و تقوی اس جسم کا قلب تھا۔ ہاں ان کے چاہنے والوں کی کثرت تھی لیکن ان سے اختلاف نظر رکھنے والے بھی کم نہیں تھے اور اسی طرح ان کے دشمن بھی قابل انکار نہیں تھے ۔ لیکن دوست تو دوست مخالف اور دشمنوں کو بھی ان کے کردار کی عظمت و بلندی سے انکار نہیں تھا ۔ وہ اسم با مسمّیٰ تھے وہ حقیقت میں ضیاء تھے کہ جن کے کردار کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔

دوست تو دوست مخالف اور دشمنوں کو بھی ان کے کردار کی عظمت و بلندی سے انکار نہیں تھا۔ وہ اسم با مسمی تھے وہ حقیقت میں ضیاء تھے کہ جن کے کردار کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔

وہ بہت ہی حلیم اور بردبار تھے لیکن حق کے معاملے میں انتہائی سخت گیر تھے۔ وہ حق کے مقابلے میں کسی کو بھی اہمیت دینے کے قائل نہیں تھے اور وہ امام علی علیہ السلام کے عاشق تھے اور اس عشق کا راز یہ تھا کہ وہ علی علیہ السلام کو امام برحق سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی ان کی ولایت کی طرف دعوت دیتے تھے ۔ وہ اس بات پر راسخ یقین رکھتے تھے کہ حق اور علی علیہ السلام کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے ہیں ۔ وہ کھلے دل سے اس بات کا اعلان کرتے تھے کہ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ ولایت اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور راستہ حق کا ہے تو وہ میرے ساتھ بحث کرے اگر مجھے قانع کرسکے تو میں اپنی قوم کے ساتھ اس مکتب میں داخل ہو جاؤں گا۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ مکتب اہل بیت علیہم السلام ہی حق ہے، تو ہم دوسروں سے اتنا چاہتے ہیں کہ آپ

بے شک اپنے مکتب پر کاربند رہیں لیکن ہمارے لئے مشکلات ایجاد نہ کریں۔ ہم اتحاد بین المسلیمن کے علمبردار ہیں اور باہمی اتحاد اور بھائی چارے پر ہی ایمان رکھتے ہیں کہ جس میں سب کا فائدہ ہے۔ لیکن لجوج دشمن نے اپنی شکست کا حل انکی شہادت میں ڈھونڈنے لگاالبتہ یہ اس کی حماقت تھی کیونکہ:

چھری کی دار سے کٹتی نہیں چراغ کی لو

بدن کی موت سے کردار مر نہیں سکتا

انہوں نے اس شعور اور ادراک کے ساتھ پرچم ولایت کو اٹھانے کی ذمہ داری سنبھالی تھی کہ اس کا انجام شہادت ہے۔ وہ اپنے مولا اور مقتدی کی طرح عاشق شہادت تھے ۔ آٹھ جنوری دو ہزار پانچ کو اپنے گھر سے عبادت کے لئے مرکزی امامیہ مسجد گلگت کی طرف آتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ وہ اپنے ہدف کو حاصل کرکے سرخ رو ہوگئے ۔ ملت اسلامیہ پاکستان نے بالعموم اور ملت تشیع نے بالخصوص اپنے ایک اور محسن کو کھو دیا کہ جن کے غم نے غم شہید علامہ عارف حسین الحسینی کو بھی تازہ کیا۔ سلام اللہ علیہما یوم ولدا و یوم استشھدا۔

بدلہ نہ تیرے بعد بھی موضوع گفتگو

تو جا چکا ہے پھر بھی میری محفلوں میں ہے۔

دلوں کا حکمران شہید آقا سید ضیاءالدین رضوی

تحریر: اجمل حسین قاسمی

تین جون کا لفظ یاد آتے ہی حضرت امام خمینی کے جنازے کے مناظر دماغ میں گھومنے لگتے ہیں۔دلوں پر حکمرانی کے لحاظ سے تین جون کو ہم کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے، یہ دن حضرت امام خمینیؒ کی وجہ سے تو معروف ہے ہی لیکن اس دن کا گلگت کی مقامی تاریخ سے بھی ایک گہرا تعلق ہے۔اور وہ گہرا تعلق کچھ یوں ہے کہ سال ۲۰۰۴ میں اسی روز اذان فجر سے قبل پورے گلگت شہر میں کرفیو نافذ کیا جاچکا تھا، شہر کے چوراہوں، سڑکوں اور گلیوں میں

تین جون کو ہم کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے، یہ دن حضرت امام خمینیؒ کی وجہ سے تو معروف ہے ہی لیکن اس دن کا گلگت کی مقامی تاریخ سے بھی ایک گہرا تعلق ہے وہ بہت ہے، حلم اور بردبار

بھی پولیس، رینجر اور فوجی اہلکار تعینات کئے جاچکے تھے۔اس وقت شہر کے لوگ آرام سے سورہے تھے اور انہیں خبر ہی نہیں تھی کہ آج کا سورج طلوع ہوتے ہی ان کا شہر اندھیروں اور خاموشی میں ڈوبنے والا ہے۔فجر کی اذان سے قبل ہزاروں سیکیورٹی اہلکار شہر میں داخل ہوکر اپنی پوزیشنیں سنبھال چکے تھے۔ عوام کی خوف سے سیکیورٹی اہلکاروں نے اپنی گاڑیوں کو اسٹارٹ کئے بغیر دھکا دے کر مختلف علاقوں تک پہنچایا تھا تاکہ جو کارروائی ہونے والی ہے اس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ لیکن

اذان سے قبل ہی لوگ تک خبر پہنچ گئی کہ شہر میں، رات کی تاریکی میں کچھ ہونے جارہا ہے۔

جس کو خبر ملی اس نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ رات کے آخری پہر میں آخر ہوکیا رہا ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں سیکیورٹی فورسز، بکتر بند گاڑیوں اور اسلحے سے لیس یہ اہلکار آخر جا کہاں رہے ہیں؟۔ پولیس، رینجرز اور آرمی کے ہزاروں اہلکاروں پر مشتمل جدید ہتھیار اور ساز و سامان سے مسلح یہ قافلہ جب امامیہ جامع مسجد گلگت سے گزر کر آگے بڑھنے لگا تو دیکھنے والے سمجھ گئے کہ اس مسلح دستے کا رخ مرد مجاہد آغا سید ضیاء الدین رضوی کی رہائش گاہ کی طرف ہے۔

آس پاس میں موجود مومنین اپنی مدد آپ کے تحت گلیوں سے گزر کر شہید کے گھر کی جانب چل پڑے۔ کرفیو کے باوجود آذان فجر سے قبل مومنین کی کثیر تعداد شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کی رہائش گاہ کے باہر پہنچ چکی تھی۔ سیکیورٹی اہلکاروں نے ان کے گھر اور پورے محلے کو سیل کر دیا تھا۔ پورے شہر میں کرفیو نافذ تھا جس کا مقصد عوام کو احتجاج سے روکنا تھا۔

> پورے شہر میں کرفیو نافذ ہے شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کو ان کے گھر اور محلے سمیت ہزاروں اہلکاروں نے گھیرے میں ڈالا ہوا ہے اور ان کی گرفتاری کے لئے فورسز ان کے گھر میں داخل ہوچکی ہیں لیکن وہ بالکل مطمئن ہیں

شہید کی رہائش گاہ پر ان کے ذاتی محافظوں کے علاوہ دو یا تین افراد کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔ باقی مومنین کی بڑی تعداد گھر سے باہر پہنچ چکی تھی۔ جب سیکیورٹی ادارے کے اعلی آفیسر نے شہید کے گھر پہنچ کر انہیں ساتھ چلنے کی درخواست کی تو شہید نے اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھنے کے بعد کہا کہ آذان کو چند منٹ رہتے ہیں آپ لوگ ذرا صبر کرلیں نماز پڑھنے کے بعد چلتے ہیں۔ پورے شہر میں کرفیو نافذ

ہے شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کو ان کے گھر اور محلے سمیت ہزاروں اہلکاروں نے گھیرے میں ڈالا ہوا ہے اور ان کی گرفتاری کے لئے فورسز ان کے گھر میں داخل ہوچکی ہیں لیکن وہ بالکل مطمئن اور آرام ہیں۔ مرد مجاہد کے دل و دماغ میں یا ظاہری طور پر بھی خوف و خطرے کا کوئی نام و نشان نہیں۔ اطمینان کے ساتھ نماز فجر ادا کرنے کے بعد کمرے سے باہر نکلے اور کہا کہ چلیں۔

شہید کے گھر سے باہر کافی دور تک روڈ پر مومنین لیٹ چکے تھے اور ان کا مطالبہ تھا کہ اگر آغا کو گرفتار کرکے لے جانا ہے تو اپنی گاڑیوں کو ہمارے اوپر سے گزار کر لے جائیں۔ سیکیورٹی فورسز مومنین کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ہر ایک یہی کہہ رہا تھا گاڑیاں ہماری لاشوں سے گزر کر جائیں گی۔ طویل وقت گزرنے کے بعد مقامی علمائے کرام نے مومنین کو سمجھانے کی کوشش کی کہ آغا جلدی واپس آئیں گے انہیں کہیں نہیں لے کے جا رہے حکومت کے ساتھ بات چیت کرکے واپس آرہے ہیں۔ لوگ پھر نہیں مانے۔ آخر میں خود شہید مومنین سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ سیکیورٹی اہلکاروں سے الجھنا ہمارا مقصد نہیں ہے اور میں اپنے موقف کو مزید واضح، شفاف اور مدلل انداز میں حکمرانوں تک پہنچاوں گا۔ ہمیں گرفتار کرکے یا جیل میں ڈال کر ہمارے موقف اور مطالبے کو کوئی کمزور نہیں کرسکتا۔ آپ لوگ حوصلہ نہ ہاریں اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں۔ اپنے مطالبات پر ثابت قدم رہیں۔ کسی صورت میں پیچھے

ہمیں گرفتار کرکے یا جیل میں ڈال کر ہمارے موقف اور مطالبے کو کوئی کمزور نہیں کرسکتا۔ آپ لوگ حوصلہ نہ ہاریں اور اپنی جروجہد کو جاری رکھیں۔ اپنے مطالبات پر ثابت قرم رہیں۔ کسی صورت میں پیچھے نہیں ہٹنا۔

نہیں ہٹنا۔ وہاں موجود مومنین کے جذبات قابل دیدنی تھے ایک طرف آغا کو گرفتار ہوتے دیکھ کر رو رہے تھے۔ دوسری جانب آغا اور ان کے موقف کے حق میں بھرپور نعرے لگا رہے تھے۔

صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی سب تک خبر پہنچ گئی کہ شہر میں کرفیو نافذ ہے۔ آغا سید ضیاء الدین رضوی کو گرفتار کیا جاچکا ہے۔ یہ تین جون 2004 کی صبح تھی۔ انتظامیہ کی جانب سے نافذ کردہ کرفیو کسی کو گھر میں بند نہ کر سکی۔ آغا کی گرفتاری کی خبر سن کر ہر کوئی بے تاب و بے چین ہو کر گھر سے نکل پڑا۔ اور اس دن کرفیو کے باوجود بغیر کسی کال کے، بغیر کسی کے کہنے کے مومنین نے زبردست احتجاج کیا۔ احتجاج کے دوران ایک نوجوان واجد حسین سیکیورٹی فورسز کی گولی لگنے سے شہید ہو گیا۔ دن کے ایک بجے کے قریب مساجد اور امام بارہوں سے اعلانات ہونے لگے کہ احتجاجی مظاہروں کو ختم کیا جائے، حکومت نے جلد آغا کو رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یوں یہ احتجاج اپنے اختتام کو پہنچا اور سرزمین گلگت میں دلوں پر حکمرانی کی ایک نئی تاریخ رقم ہوئی۔

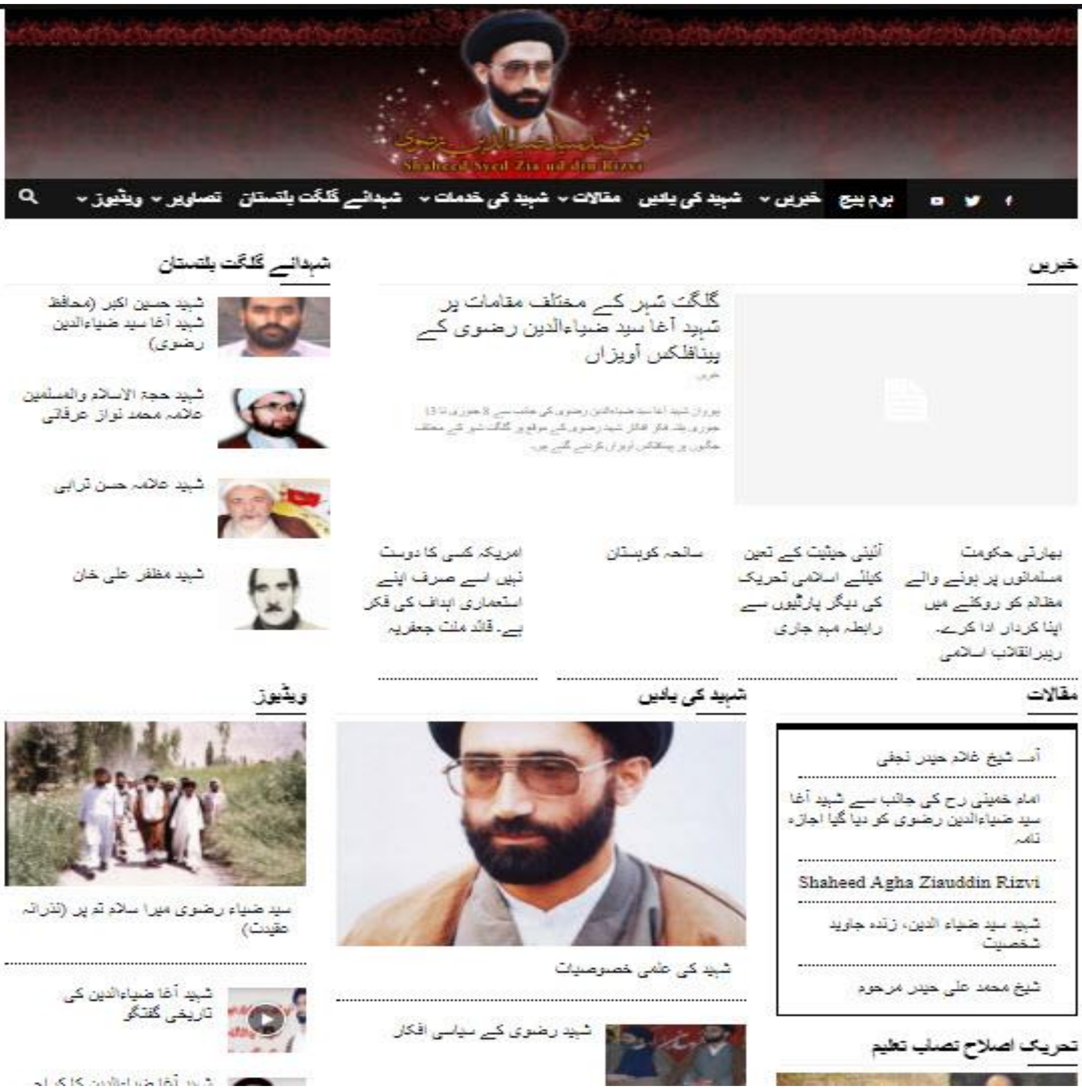

شہید آقا سید ضیاء الدین رضوی اعلی اللہ مقامہ الشریف کی ویڈیوز، تصاویر، زندگی نامہ، خدمات اور ان کے متعلق شائع ہونے والے مقالات کو حاصل کرنے کیلئے

آفیشل ویب سائٹ: www.shaheedrizvi.com کا وزٹ کیجئے۔

حقیقت میں ملت جعفریہ ہی پاکستان کی خیر خواہ اور اسلامی اصولوں کی محافظ ہے۔ اگر پاکستان کے اندر ملت جعفریہ کا وجود نہ رہے تو اس وقت پاکستان کا وجود بھی نہیں رہے گا۔ پاکستان حقیقت میں ملت جعفریہ کے ہی دم خم سے قائم ہے ورنہ جو اسلام دشمن طاقتیں ہیں وہ اسلام کے لباس میں، اسلام کا لبادہ اوڑھ کر پاکستان کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(شہید آغا سید ضیاء الدین رضوی کے خطاب سے اقتباس)

01

ZIA-E-MILLAT

NO:01, JANUARY 2022